عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

ربیع الاول ۱۴۳۲ھ/ فروری ۲۰۱۱ء

RegNo.P476

جلد:نہم

شمارہ:6

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/180روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای-میل: physiologist72@yahoo.com

mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

پیام رساں اُمت (پہلی قسط)

(حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی نوراللہ مرقدہٗ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لِلّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ

دینی دعوت اور اس کے تقاضے

امت محمدیہ امت مبعوثہ ہے:

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کا آخری پیام انسانیت کے نام لے کر آئے، اور آپ کے نائب وجوارح کی حیثیت سے آپ کی امت کو اس پیغام کا حامل وداعی بنایا گیا، اور دعوتی ملت کے وجود وقیام وبقا کو اسلام کی دعوت وجہد ومحنت کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا۔ امتِ محمدیہ مرحومہ امتِ مبعوثہ ہے۔ جس کا مقصد وعالم میں برپا کئے جانے کا مدعا دعوت الی الخیر، امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔ نصوص قرانی اور احادیثِ کثیرہ اس حقیقت پر شاہد ہیں۔ آیہ کریمہ:

"کنتم خیر امت اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تؤمنون باللّٰہ " (آل عمران۔۱۱۰)

ترجمہ: (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے نکالی گئی ہے، تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو، اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو)

اس بعثت کا اعلان ہے۔

امت کا فریضہ:

مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس امت کا بہترین وخیر امت ہونا اس کے داعیانہ مقام اور آمر بالمعروف وناہی عن المنکر ہونے کی حیثیت سے ہے، بقول امام فخر الدین رازی:

"صِر تم خیر امۃِ بسبب کو نکم امرین باالمعروف وناھین عن المنکر "

(تفسیر ابن کبیر ج ۳ ص ۲۶)

ترجمہ: تمہیں خیر امت تمہارے نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والا ہونے کے سبب سے بنایا گیا ہے)

حضرت محمد ﷺ کو ارشاد ہوتا ہے:

" قل ھذہٖ سبیلی ادعو ا الی اللّٰہ علیٰ بصیرۃ انا و من اتبعنی " (یوسف ـ ۱۰۸)

ترجمہ: اے محمدؐ ! کہہ دیجئے کہ یہ میرا طریق ہے، میں (لوگوں کو توحید) خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں، کہ میں دلیل پر قائم ہوں، میں بھی اور میری فرمانبرداری کرنے والے بھی۔

علامہ ابوبکر حصاص رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں:

" فیہ بیان انہٗ مبعوث بدعاء الناس الی اللّٰہ عزو جل علی بصیرۃ من امرہ کانہ یبصر بعینہ و ان من اتبعہ فذلک سبیلہ فی الدعاء الی اللّٰہ عز وجل و فیہ الدلالۃ علی ان المسلمین دعاء الناس الی اللّٰہ تعالیٰ کما کان علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذلک "

(احکام القرآن ۳ ص۲۲۰)

ترجمہ: اس آیت میں بیان ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کیلئے مبعوث کیئے گئے ہیں اس طرح کہ آپ ﷺ اپنی دعوت (و دین) کے بارے میں پوری بصیرت و روشنی رکھتے ہیں۔ گویا اس کی (حقانیت و حقیقت) کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور جو آپ ﷺ کا متبع ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف اسی بصیرت سے بلاتا ہے، یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مسلمان بھی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف اسی طرح بلانے والے ہیں، جیسے کہ نبی پاک ﷺ پر یہ ذمہ داری تھی۔

مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں **" یقول اللّٰہ تعالیٰ لرسولہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم والی الثقلین الجن والا نس اٰمراً لہ ان یخبر الناس ان ھذہ سبیلہ ای طریقتہ ان لا الٰہ الا اللّٰہ لا شریک لہ یدعو االی اللّٰہ بھا علیٰ بصیرۃ من ذلک ویقین وبرھان و کل من اتبعہ یدعو االیٰ ما دعا الیہ رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علیٰ بصیرۃ و یقین وبرھان عقلی وشرعی "** (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص۴۹۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے ثقلین (یعنی) جن وانس کی طرف مبعوث رسول اللہ ﷺ کو حکم فرماتے ہے کہ لوگوں کو خبر دے دیجئے کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ کی شہادت کی طرف دعوت ہی ان کا راستہ، طریقہ،

مسلک اور سنت ہے، اس شہادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس پر دلیل و بصیرت، یقین، و برہان رکھتے ہوئے بلاتا ہوں، اور ہر وہ شخص جو ان کا متبع ہے، اسی بات کی طرف بصیرت و یقین کے ساتھ دعوت دیتا ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی ہے۔

گویا آپ ﷺ کے اتباع کا لازمہ آپ ﷺ کی طرح یقین و بصیرت کے ساتھ دعوت الی اللہ میں مشغول ہونا ہے۔ اسی ذمہ داری کے پیش نظر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تربیت اس داعیانہ طرز پر فرمائی تھی کہ امت دین کی حامل اور داعی بن کر اللہ تعالیٰ کے پیام کو آپ نیابت میں قیامت تک پورے عالم کو پہنچاتی رہے۔ بقول علامہ ابن حیان الاندلسی کے ''پوری دنیا کو خیر کی، کفار کو اسلام کی اور نافرمانوں کو اطاعت کی دعوت دیتی رہے'' (البحر المحیط جلد ۳ ص ۲۰) امت کے اس داعیانہ منصب و حیثیت کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ؒ حضرت سید الملۃ سید سلیمان ندوی ؒ اور بعض دیگر علماء نے حضور ﷺ کی بعثتِ ثانیہ قرار دیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت، عالمگیر و دائمی بعثت، قرآن کی ہدایت کا منطقی لازمہ ہی یہی تھا کہ آپ ﷺ سے فیض پاکر، آپ ﷺ کی ہدایات و تعلیمات کو اپنا کر، آپ ﷺ کے جوارح اور نائب کی حیثیت سے ہمیشہ دعوت کا فریضہ انجام دیتی رہے، اور جملہ اقوام و ملل کا رشتہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین و احکام سے استوار کرتی رہے، تاکہ قیامت تک دعوت کا الٰہی نظام قائم و دائم رہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کا یہ بلیغ فقرہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ **''الا لیبلغ شاھد کم غائبکم لا نبی بعدی و لا امۃ بعد کم''** (البدایۃ والنہایۃ بحوالہ البزار ج ۵ ص ۲۰۳)

ترجمہ: تم میں جو حاضر ہیں غائب تک (میرا پیام) پہنچا دیں، کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہوگی۔

صحیح بخاری و جامع ترمذی کی ایک روایت میں آپ ﷺ کا قول **'' فلیبلغ الشاھد الغائب ''** نقل کر کے اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اثر بیان کیا گیا ہے'' **فوالذی نفسی بیدہ انھا لوصیۃ الی امتہ ''** (صحیح بخاری باب خطبۃ ایام المنیٰ، البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۱۹۳ بحوالہ ترمذی حدیث حسن صحیح)

ترجمہ:۔ (خدا کی قسم یہ کلمات حضور ﷺ کی اپنی امت کو وصیت تھی) بعض روایات میں اس حدیث کے آخر میں کچھ اور کلمات نقل کئے گئے ہیں۔'' **فان الشاھد عسیٰ ان یبلغ من ھو اوعی لہ منہ ''** (ممکن ہے حاضر العلم شخص اس شخص تک اس کو پہنچادے جو زیادہ اس علم کو سنبھالنے اور حق ادا کرنے والا ہو) صحیح

بخاری باب قول النبی ﷺ رُبَّ مبلغ اوعیٰ من سامع)اس مفہوم کی روایت ترمذی ج ۲ ص ۹۰، ابو داؤد ج ۲ ص ۱۵۹، اور ابن ماجہ ص ۲۱ وغیرہ میں بھی ہیں۔ گویا یہ بتایا جارہا ہے کہ کم علم والے زیادہ علم و سمجھ والوں تک بھی دین کی بات پہنچانے میں شرم و دریغ نہ کریں کہ دین کی سرسبزی و شادابی اسی تبلیغ پر موقوف ہے، اسی مناسبت سے ارشاد ہے۔

''نضر اللّٰہ امراءٍ سمع منا شیئا فبلغہ کما سمعہ'' (جامع ترمذی ج ۲ ص ۹۵)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے ہم سے (دین کی) کوئی بات سنی پھر اسی طرح اسے دوسرے تک پہنچادیا) اس بات کے پہنچانے میں علم کثیر کی ضرورت نہیں بلکہ ہدایت ہے۔ ''بلغو عنی ولو آیۃ '' (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۱، ترمذی ج ۲ ص ۹۱)

ترجمہ: (دوسروں تک پہنچاؤں خواہ مجھ سے ایک آیت ہی (تم تک) پہنچی ہو)

آپ ﷺ نے وفد عبدالقیس کو فرمایا:۔'' احفظو و اخبرو بہ من ورائکم ''(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵)

ترجمہ: (جو ہدایات تمہیں دی ہیں) انہیں یاد رکھو اور جو تمہارے پیچھے (تمہاری قوم ہے) اسے اس کی خبر پہنچادو۔) حضرت علیؓ کو خیبر میں جھنڈا عنایت کرتے ہوئے فرمایا:

" ادعھم الیٰ الاسلام و اخبر ھم بمایجب علیھم فواللّٰہ لان یھدی بک واحد خیرلک من حمر النعم " (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱۳)

ترجمہ:۔انہیں اسلام کی طرف بلاؤ (اور اگر اسلام قبول کرلیں) تو انہیں ان احکام کی خبر دے جو ان پر واجب ہیں، پس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اگر تیرے وجہ سے ایک شخص بھی ہدایت پا گیا تو تیرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت ابن سعد الساعدی کو بھی اسی طرح کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے (ابوداؤد ج ۲، ص ۱۵۹)

استقصا مقصود نہیں، کتاب و سنت کے دفاتر امت کے اس دعوتی منصب اور اس کے متعلقہ فرائض کے احکام و فضائل سے گرانبار (بھرے ہوئے) ہیں، ان تعلیمات کا حاصل امام رازی کے موجز الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے۔

''کو نوا امۃ دعاۃ الی الخیر ۱ مرین باالمعروف ناھین عن المنکر '' (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۹)

ترجمہ: ہو جاؤ تم ایک امت بھلائی کی دعوت دینے والی، نیکی کا حکم کرنے والی، برائی سے روکنے والی۔

(جاری ہے)

بیان (۱۹ اکتوبر ۱۹۹۷ء) (پہلی قسط)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

خطبہ ماثورہ

امابعد. یوم لا تنفع مالٌ و لا بنون الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم ط صدق اللّٰہ العظیم.

محترم بھائیو اور دوستو! اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کا دن ایسا دن ہے کہ جس دن کسی کو بیٹے اور مال کام نہیں آئیں گے۔ ہاں کام اگر کوئی چیز آئے گی تو وہ ہے کہ بیماری سے پاک دل لے کر آ گیا۔ صحیح سالم دل لے کر آ گیا۔

تو شریعت دو پہلوؤں پر ہے۔ ایک ظاہری پہلو ایک باطنی پہلو۔ جس طرح ظاہری شریعت پر عمل فرض ہے اسی طرح باطنی شریعت پر عمل بھی فرض ہے۔ جس طرح ظاہری شریعت کا سیکھنا سمجھنا جاننا فرض ہے اسی طرح باطنی شریعت کو سیکھنا جاننا حاصل کرنا بھی فرض ہے۔ اور جس طرح ظاہری شریعت کے بارے میں احکامات لکھے گئے۔ فقہ کے علماء نے ان میں تحقیق کی تشریح کی اور بیان کیا اور انسان کی عبادات کو بیان کیا معاملات کو بیان کیا معاشرت کو بیان کیا اسی طرح باطنی فقہ کی بھی تشریح کی گئی اس کو بیان کیا گیا اور اس کے مسائل کو واضح کیا گیا اور اس کو حاصل کرے کا طریقہ بتایا گیا۔ فقہاء ظاہری شریعت کو بیان کرنے والے تشریح کرنے والے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بتانے والے ہیں اور صوفیاء کی جماعت باطنی شریعت کی تشریح کرنے والے اس کے احکامات بتانے والے اور اس کو حاصل کر کے اس پر عمل کرنے کا طریقہ بتانے والے ہیں۔ تو جس طرح امت میں انحطاط آیا یعنی گراوٹ آتی گئی تو گراوٹ آتے آتے یہاں تک کہ باطنی شریعت کا حاصل کرنا، سیکھنا، اس کی تشریح کو جاننا، اس کا تذکرہ ہی مٹ گیا اور یہاں تک کہ بڑے بڑے دینی ادارے جو کہ دین کے لئے کوشش کرنے والے اور حفاظت کرنے والے ہیں ان میں بھی باطنی شریعت کو بیان کرنے اور حاصل کرنے کا بہت کم رواج رہ گیا ۔

ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دیوبند کا مدرسہ جب قائم ہوا تو اس پر ایسا دور گزرا کہ اس کے شیخ الحدیث سے لے کر اس کے چپڑاسی اور باورچی تک سارے کے سارے لوگ باطنی لحاظ سے نورانیت والے رنگے ہوئے اور روحانی لحاظ سے کامل لوگ ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ صاحبِ نسبت

اولیاء ہوتے تھے۔ صاحبِ نسبت اس آدمی کو کہتے ہیں جس کا باطن گندگیوں اور برائیوں سے پاک ہو کر خوبیوں کے ساتھ متصف اور آراستہ ہو جائے اور اس کا تعلق اللہ کے ساتھ جڑ جائے۔ لہٰذا جو آدمی داخل ہوتا تھا وہ جہاں ظاہری شریعت کو سیکھتا تھا وہاں باطنی شریعت سے بھی آراستہ ہو کر نکلتا تھا۔ کیونکہ آدمی وہاں ظاہری و باطنی اعمال دیکھتا تھا تو اس کے عمل میں بھی وہ چیز آجاتی تھی۔ اور پھر یہاں تک کہ بعض فقراء سے ہم نے سنا کہ ایسا وقت آیا کی بعض جگہوں پر جا کے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ الحدیث بھی دنیاداری ذہن والا ہوتا ہے۔ یعنی سب سے آخری جگہ پہنچا ہوا آدمی کہ جس سے نمائندگی ہوتی تھی وہاں تک کا آدمی ظاہری اور دنیاداری کے ذہن والا ہے۔ اور پہلے دور کے لوگ قرآن مجید کے حافظ ہونے کے بعد، حدیث کا دورہ کرنے کے بعد، فقہ کے ماہر ہونے کے بعد پھر جاتے تھے کہ ہم اپنے باطن کو آراستہ کروائیں اپنی اصلاح کروائیں۔

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ دنیائے اسلام کی بہت بڑی شخصیت گزرے ہیں۔ ان کی تفسیر کبیر نے فلسفہ والوں کو شکست دی اور ان کے زوروشور اور دبدبے کو توڑا ہے۔ دنیائے اسلام کے بہت بڑے آدمی ہیں۔ ان سارے علوم کے باوجود کہتے ہیں جب میں بیعت ہوا اور ذکر اذکار بتلائے گئے تو کچھ دنوں کے بعد میں نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ ایک تو میں جب ذکر اذکار کرتا ہوں تو مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے میری کھوپڑی سے دھواں نکل رہا ہے اوپر سے۔ اور ایک یہ کہ فلسفے کا جو علم میں نے پڑھا تھا وہ میں بھولنا شروع ہو گیا ہوں۔ تو ان کے شیخ نے فرمایا کہ وہ دھواں فلسفہ ہی کی تاریکی نکل رہی ہے۔ کچھ دن وہ رہے ان کو اندازہ ہوا کہ فلسفہ تو بہت بھول رہا ہے تو وہ قربانی نہ کر سکے۔ یعنی فلسفہ کے علم کی قربانی نہ کر سکے اور وہ بات ادھوری چھوڑ کر آ گئے۔ توبہ! جس وقت اللہ کے وجود پر اور توحید پر سو دلائل دے کر تقریر کرتے تھے اور لوگ لاجواب ہو جاتے تھے، جب موت کا وقت ہوا تو شیطان نے مناظرہ شروع کیا اور ایک ایک کر کے سو کی سو دلیلیں توڑ دیں۔ اس نے کہا اب بتاؤ اللہ کو کیسے مانتے ہو؟ اب کوئی دلیل ہی نہیں کوئی جواب ہی نہیں۔ تو جن بزرگوں کے ساتھ بیعت کا تعلق تھا ان پر اللہ نے اس بات کو کھولا اور انھوں نے ان کے حال پر signal کیا یعنی پیغام القاء کیا کہ تم اس سے کیوں نہیں کہتے ہو کہ میں بغیر دلیل کے اللہ کو مانتا ہوں! تو آخری بات جو ان کی زبان سے نکلی وہ یہ تھی کہ میں بغیر دلیل کے اللہ کو مانتا ہوں اور میں بغداد کی بوڑھیوں کے ایمان پر مر رہا ہوں۔ بوڑھی عورتوں کا کیا ایمان ہے؟ بس لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اتنی بات کا پتہ ہے اور کسی چیز کا پتہ ہی نہیں ہے۔

ہمارے ایک ساتھی نے لطیفہ سنایا کہ کسی دارالعلوم میں کوئی طالبِ علم پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے علم مکمل کیا اور جس دن دستار بندی ہو رہی تھی تو اس دن استاذ صاحب کے ساتھ الجھ گیا کہ اللہ ایک ہے کہ دو ہیں؟ نعوذ

باللہ من ذالک۔ رخصتی کا وقت تھا تو اس کے استاذ صاحب نے کہا کہ اپنے علاقے میں چلے جاؤ۔ جب بھادوں کو مہینہ آئے گا اس میں جب کسان ہل چلا رہا ہوگا اس سے پوچھنا اس کا جواب۔ تو طالب علم آیا اپنے علاقے میں اور بھادوں کے مہینے میں کسان ہل چلا رہا تھا۔ ساون کے بعد بھادوں کا مہینہ آتا ہے اس میں جب کسان ہل چلاتا ہے اتنی گرمی ہوتی ہے اتنا حبس ہوتا ہے کہ اس کا سر چکرایا ہوتا ہے۔ اس سے کوئی بات کرے تو وہ کھا جانے کو تیار ہوتا ہے۔ اس طالبِ علم نے کہا کہ جی ایک سوال پوچھنا ہے! اس نے جواب دیا کہ جی ہم کام کر رہے ہیں اور ہمارے کام میں خلل نہ ڈالیں۔ تو اس نے کہا نہیں میں پوچھتا ہوں آپ سے کی کیسے ثابت کیا جائے کہ اللہ ایک ہے کہ دو ہیں؟ کسان سخت تنگ و پریشان تھا ہل چلاتے چلاتے۔ تو وہ بیلوں کو ہانکنے والی لاٹھی لے کر گیا، اس طالبِ علم کو دو چار لگائیں اور پانی کی نالی میں گرایا اور دو چار اوپر سے اور برسائیں۔ طالبِ علم نے کہا بس بس سمجھ آ گئی۔ تو استاذ صاحب نے سوچا میں تو بوڑھا آدمی ہوں اور اس کو سمجھانے کے لئے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو اس کسان کی طرح ہمت کر سکتا ہو۔ ظاہر ہو کہ اس غصے کا مظاہرہ بھادوں کی ہل کا ستایا ہوا کسان ہی کر سکتا تھا۔ کسان نے پھر کہا کہ تمہیں بتایا کس نے ہے کہ دو خدا بھی ہوتے ہیں؟ ذرا ٹھہرو تمہیں اور سمجھاتا ہوں۔ اس بات میں بھی کوئی پوچھا کرتا ہے؟ اس میں بھی بھلا کوئی دوسری بات ہے! سبحان اللہ۔ یعنی کچھ بھی نہیں پڑھا ہوا لیکن ایک راز کی بات کو جانے ہوئے ہے۔ بس طالبِ علم کی عقل کو ٹھکانے کر دیا اور اس کے دماغ سے منطق فلسفہ کا سارا بھوسہ نکال دیا۔

ایک مولوی صاحب ہمارے مہمان ہوئے تو انھوں نے ہمیں ایک قصہ سنایا کہ ہمارے اکابرینِ دیوبند جب انگریزوں کی قید میں تھے جزیرہ مالٹا بحیرہ روم کی جیل میں تو مختلف اور گرفتار شدہ علماء بھی اس جیل میں تھے۔ ان میں کوئی ترکیہ کے شیخ الحدیث عالم بھی تھے۔ سارے اللہ والے لوگ تھے۔ جب یہ تہجد کو اٹھتے تو ترکی عالم تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد ذکر اذکار کر کے دعا مانگتے ہوئے ایک شعر پڑھتے اور شعر پڑھ کر بہت زیادہ روتے تھے۔ تو ہمارے حضرات نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہوتا ہے کہ یہ ایک شعر پڑھ کر آپ اتنا روتے ہیں؟ انھوں نے کہا اس طرح ہوا کہ میں تھا اور ایک گڈریا تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ ہم دونوں کو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر دکھائی۔ تو میں نے دعا مانگی کہ یا اللہ مجھے حدیث کا عالم بنا اور استاذ بنا کہ تیرے دین کی خدمت کروں۔ اللہ نے دعا قبول کر لی۔ عالم بنا دین پڑھایا سکھایا۔ وہ گڈریا جو میرے ساتھ تھا اس نے دعا مانگی یا اللہ میں خاتمہ بالایمان مانگتا ہوں۔ تو کہتے ہیں کہ اس وقت ذکر اذکار کے بعد میں دعا کرتا یوں تو وہ گڈریا مجھے یاد آتا ہے۔ اور جو میں روتا ہوں چیختا ہوں تو یہ بات ہوتی ہے کہ یا اللہ اس نے ایک جملے میں سب کچھ مانگ لیا اور ہم نے اتنی محنت کی علم حاصل کیا پڑھا رہے ہے

ہیں سکھا رہے ہیں اور خاتمہ بالایمان کے بارے میں کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔اس پر روتا ہوں۔

جس وقت آدمی فقط نیت کرتا ہے کہ میں اپنی اصلاح کیلئے بیعت ہونا چاہتا ہوں تو اس نے مان لیا کہ میں ناقص ہوں، میری اصلاح نہیں ہوئی اور میں اصلاح کروانا چاہتا ہوں تو یہ اتنی عظیم نیت ہے، یعنی اس بات کو تسلیم کرنا کہ میں ناقص ہوں میری اصلاح نہیں ہوئی، کہ آدھا تصوف تو یہی ہے۔ڈاکٹر صاحبان جو سامنے بیٹھے ہیں جانتے ہیں کہ تشخیص ہی تو اصل ڈاکٹری ہے۔مثلاً ڈاکٹر تشخیص کر کے بتادے کہ ٹی بی کا مریض ہے تو گاؤں میں بیٹھا ہوا کمپاؤنڈر بھی بتا سکتا ہے کہ اس کے لئے یہ چار دوائیاں شروع کرادی جائیں۔تشخیص ہی تو مشکل ہے۔کہتے ہیں کہ باطنی امراض کی تشخیص مشکل ہوتی ہے۔ہماری جو سلسلے کی کتاب ہے دو جلدوں میں تربیت السالک تو اس میں لوگوں نے اپنا ایک ایک عمل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو لکھا ہے، کہ فلاں عمل میں میں نے یہ رویّہ اختیار کرلیا۔اس میں آپ تشخیص فرمائیں میرے اندر تکبّر ہے کہ نہیں ہے۔ایک استاذ صاحب نے لکھا کہ بچے نے سبق پڑھا ہوا نہیں ہوتا تو مجھے غصہ آتا ہے۔میں ان کی پٹائی کرتا ہوں۔پٹائی کے کے مجھے بڑا افسوس ہوتا ہے۔میں معافی مانگتا ہوں ان کو راضی کرتا ہوں پھر ان کو رخصت کرتا ہوں۔تو یہ جو مجھے غصہ آتا ہے اس کے بارے لکھ رہا ہوں کہ آیا یہ کبر کے شعبے سے تو نہیں ہے۔تو حضرت تھانوی نے آگے جواب دیا ہے۔ ان جوابات کو تو تربیت السالک سے ہی پڑھنا چاہئے۔

اپنی اصلاح کے لئے جب اپنے باطن کی طرف آدمی کا دھیان ہوتا ہے تو اسے نظر آتا ہے کہ میرے اعمال میں کہاں کمی ہے کہاں کوتاہی ہے کہاں مجھے اصلاح کی ضرورت ہے۔پہلے لوگ اس کے لئے فکر مند ہوتے تھے کہ میری باطنی اصلاح ہو میرے اندر سے گندگیاں نکلیں اور میرا باطن اللہ کے تعلق، اللہ کی محبت اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے آراستہ ہو اور موت سے پہلے پہلے مجھے اصلاحِ تام حاصل ہو جائے اور اس کے لئے قربانیاں دیتے تھے اور اس بات کو لے کر جاتے تھے کہ ہم اپنے آپ کو حوالے کرنے جا رہے ہیں۔اپنے آپ کو حوالے کرنے کے بعد تخت پر بٹھانے کا حکم ہوا تو تخت پر بیٹھیں گے اور اگر جان دینے کے لئے کہا تو جان دیں گے۔گندگی اور گوں کے ٹوکرے اٹھانے کو کہا تو گندگی کے ٹوکرے اٹھائیں گے لیکن یہ کہ اپنے آپ کو بنا سنوار کر آئیں گے۔اور سال ہا سال تک بڑی حیثیت کے لوگوں نے گوں کے ٹوکرے اٹھائے ہیں۔آج کل تو ہر چیز میں انحطاط اور آسانی ہے اس لئے آتے ہی ذکر اذکار شروع کرادئے جاتے ہیں ورنہ ذکر اذکار سے پہلے ایک پورے مجاہدے سے گزار کر آدمی کو کبر حسد لالچ کینہ ریا سے خالی کیا جاتا تھا اور باطن کو تواضع ہمدردی خیر خواہی سے متصف کیا جاتا تھا۔پھر ذکر اذکار بتائے جاتے تھے۔معاملات کی ایک ایک بات کو درست کرتے تھے۔

ہماری کتاب ہے ارواحِ ثلاثہ۔اس میں لکھا ہے کہ ایک نواب صاحب آئے۔انھوں نے تھانہ بھوّن کی خانقاہ میں حضرات سے کہا کہ آپ کی دعوت ہے ہمارے ہاں کھانا کھالیں۔تو ایک دو حضرات نے قبول کرلیا کہ ٹھیک ہے ہمارے ذاکر شاغل بزرگ ہیں اور مرید ہیں سلسلہ کے اور حلال روزی والے ہیں۔ان کی دعوت قبول کرنی چاہئے۔مولانا محمد تھانوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ بڑے درجے کے فقہی علم اور گہری نظر والے تھے۔ انھوں نے کہا کہ حضرت ان کی دعوت قبول کرنا مکروہ ہے۔پوچھا وہ کیسے؟ کہا یہ تو مقروض ہیں۔پہلے اپنا قرضہ تو ادا کریں۔ان کے پاس جو بھی چیز بچتی ہے اس سے پہلے قرضہ ادا کریں اور قرضے سے فارغ ہو جائیں پھر مستحب کام کریں۔پہلے اس چیز کو پورا کریں جو واجب ہے۔لہٰذا ان کی دعوت مکروہ ہے۔سبحان اللہ یہ ایک فہم ہے دین کا۔

دوسرا واقعہ لکھا ہے ایک کتاب میں غالباً کہ ایک عالم کی وفات ہو رہی تھی تو ان کے ساتھ باقی علمائے کرام بھی بیٹھے ہوئے تھے۔جوں ہی ان کی وفات ہوئی تو ایک عالم اٹھے اور چراغ بجھا دیا۔باقی حضرات حیران کہ یا اللہ اب تو چراغ کی ضرورت ہے کہ آدمی کی موت ہوگئی،کفن دفن،کھانا وغیرہ سارے کام کرنا ہیں اور یہ انھیں کیا سوجھی کہ چراغ بجھا دیا۔پوچھا آپ نے چراغ کیوں بجھایا ہے؟ کہا چراغ تو اب وارثوں کا ہوگیا ہے۔مالک تو مر گیا۔اب تو میراث کی تقسیم ہوگی اور وارثوں کی اجازت ہوگی تب چراغ جلا سکیں گے۔اب کوئی چراغ جلانا چاہے تو اپنے پیسوں سے جلائے۔تو سب نے کہا واقعی اتنی گہری بات کی طرف نگاہ جانا ہم سے نہ ہوسکا کہ یہ مال تو وارثوں کا ہے۔

میں نے میراث کا یہ مسئلہ بیان کیا تو ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب آئے ہوئے تھے۔انھوں نے کہا کہ جی ہمارے خاندان کے تو سارے علماء ہیں۔بعضے مفتی بھی ہیں۔ہمارے گھر میں تو یہ باتیں نہیں ہوتیں۔لوگ فتویٰ پوچھتے ہیں لوگوں کو لکھ کر بھیج دیتے ہیں۔تو میں نے کہا برخوردار یہ وہ علم ہے جس کا علماءِ کرام کے گھروں میں بھی تذکرہ نہیں ہے تو عوام کے ہاں کیا ہوگا۔آپ بھی ابھی اسی بات کا ثبوت دے رہے ہیں۔صوابی کے علاقے سے ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب آئے تو انھوں نے کہا کہ آپ کی باتیں ہم نے وہاں پر کیں تو وہاں ایک فارغ التحصیل عالم تھے قانون کو بھی پڑھے ہوئے تھے تو وہ کہنے لگے کہ خیر یہ بیٹیوں کو میراث تقسیم کر کے حصہ دینا ضروری نہیں۔ پٹھانوں میں ساری عمر عورتیں آتی جاتی ہیں تو ان کو کھلانا پلانا آدمی کرتا رہتا ہے جسے پشتو میں کہتے ہیں ''پلنہ کئی ورسرہ ٹول عمر'' (ساری عمر ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں) تو اس لئے اس کو میراث کا حصہ دینا کوئی ضروری تو نہیں ہوتا۔تو جب علماء کا ہی فہم نہ رہا تو عوام بیچارے کیا کریں گے۔جتنا 'پلنہ' کر رہے ہیں آپ وہ تو مستحب ہے۔اس

پر مستحب کا ثواب آپ کو ملے گا لیکن وہ جو میراث کا حصہ آپ نے اس کا نہیں دیا وہ تو فرض ترک ہوا ہے۔اس کے بغیر تو روزی حلال ہی نہیں ہوگی۔اور روزی حلال نہیں ہوگی تو اللہ کا تعلق پیدا نہیں ہوگا۔اور پھر جو اس سے آگے موتیں ہو جاتی ہیں پھر میراث در میراث در میراث، آٹھ دس واسطے اور پشتیں بن جاتی ہیں۔آپ کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ مال کس کا تھا۔اب آپ تقسیم بھی کرنا چاہیں تو پہنچا نہیں سکتے سب تک۔تو اس لئے یہ ضروری اور فرض واجب ہے کہ دین کو درست کرنے کے لئے میراث کی فوری تقسیم کرنی چاہئے۔

آجکل کے دور میں بس کسی کسی چیز کو ہی نیکی سمجھ لیا ہے ہم نے، اس کو کر رہے ہیں اور ہم یوں سمجھتے ہیں کہ سارا دین یہی ہے اور اس سے ہمیں اللہ کا تعلق ملے گا۔یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ جتنا جتنا کرتے ہیں آپ، خواہ کسی مستحب کو ہی کیوں نہ کر رہے ہوں تو اس کا اجر اللہ ضائع نہیں کرتا۔لیکن اس کی مثال ایسی ہوتی ہے گویا کسی آدمی کے پاس گھوڑے کا نال آجائے، گھوڑے کے پیر میں جو نال ٹھونکتے ہیں، اور وہ سمجھے کہ اب میں شہسوار ہو گیا ہوں۔میں نے ڈاڑھی رکھ لی ہے اب میں شاہسوار ہو گیا ہوں۔یہ تو ایک عمل آپ نے کیا ہے، پورا دین تو یہ نہیں ہے۔میں نماز پڑھنے والا ہو گیا ہوں میں شہسوار ہو گیا ہوں، میں ذکر کرنے والا ہو گیا ہوں میں شہسوار ہو گیا ہوں۔جو عمل ہماری سمجھ میں آ گیا اس کو کر رہے ہیں اور اس پر ہمارا یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم کامل ہو گئے ہیں۔حالانکہ کس موقع پر کیا کرنا ہے اس کا فہم آدمی کو صحیح راستے پر ڈالتا ہے۔

غیر محقق صوفیاء کے دھوکوں میں سے یہ ایک دھوکہ ہے کہ بعض اوقات کسی مستحب کا شوق اور مشغولیت ان کو ان کے واجبات اور فرائض سے ہٹا دیتی ہے اور ان کا بڑا نقصان ہوتا ہے۔وہ آدمی یوں سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں بڑی نیکی حاصل کر رہا ہوں حالانکہ وہ مستحب نیکی حاصل کر رہا ہے اور اس مستحب نیکی کے نتیجے میں اس سے اس کا فرض یا واجب ناقص ہو رہا ہے۔اب اس ترتیب سے جس کو آپ لوگ priority یا ترجیح کہتے ہیں، جب آدمی priorities یا ترجیحات نہیں جانتا کہ کونسی چیز اہم ہے اور ضروری ہے تو اس کو اللہ کا تعلق نہیں ملتا۔یہ برخوردار احسان اللہ سامنے بیٹھا ہے کہتا ہے کہ مجھے چار ماہ کے لئے جانے کی اجازت دو۔ہم نے کہا اجازت تو آپ کو دے دیں لیکن پھر دماغی صحت نہیں رہے گی (کیونکہ برخوردار دماغی psychiatric مریض ہے) جس کے نتیجے میں حلال روزی کما رہے ہو۔وہ شعبہ بند ہوا تو بال بچے فاقہ میں مبتلا ہو کر کیا کریں گے۔شادی کی ہوئی ہے بیوی کے حقوق ہیں، ماں باپ کے حقوق ہیں، گرد و پیش کے حقوق ہیں۔اگر یہ عقل اپنی جگہ سالم نہ رہی تو سب پر فرق پڑے گا، ختم ہو جائیں گے۔اور جو نماز روزہ ذکر اذکار کی توفیق ہے وہ ختم ہو جائے گی۔تو لہٰذا یہ تو ایک فہم کی بات ہے۔تو جب آپ کا وقت آیا تو آپ کو انشاء اللہ اجازت دیں گے۔

ہمارے ایک دوست ہیں وہ مجھے موٹر سائیکل پر پیچھے بٹھا کر لاتے لیجاتے تھے۔ کافی شاپ کا جو تنگ رستہ ہے جہاں پر تار لگی ہوئی ہے، اس سے گزرتے ہوئے مجھ سے کہتے تھے کہ ''یار اڈاکٹر صاحب! جب پیچھے مولوی یوسف بیٹھے ہوئے ہو یا تم بیٹھے ہو تو میں تنگ نہیں ہوتا ہوں جبکہ کسی اور کو بٹھایا ہو تو وہ مجھ سے کنارے والی تار سے ٹکرا جاتا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''اصل میں ہم اپنے آپ کو آپ کے حوالے کئے رکھتے ہیں کیونکہ ہمیں اندازہ ہے کہ آپ جب گزریں گے تو آپ کے گھٹنے نہیں ٹکرائیں گے تو ہمارے بھی نہیں ٹکرائیں گے اور آپ نے تو اپنے گھٹنوں کو بچانا ہی ہے۔ اصل میں ہماری بنیادی training یعنی تربیت ہی اس طرح ہوئی تھی کہ ہم نے اپنے آپ کو ایک آدمی کے حوالے کیا تھا جس کے بارے میں اس بات کا یقین ہوتا تھا کہ وہ اپنا دین بھی بچائے گا اور ہمیں بھی بچائے گا۔ بس آنکھیں بند کر کے ہم پیچھے چلتے رہتے تھے۔ اسی طرح یہاں موٹر سائیکل پر بیٹھ کر خود کو آپ کے حوالے کرتے ہیں۔ ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو بھی بچانا ہے اور ہمیں بھی بچا کر نکالنا ہے۔ تو اس لئے آپ ہنرمندی سے گزار لیتے ہیں۔'' انھوں نے کہا ہاں واقعی یہی بات ہے۔

مجھے یاد ہے یہ ۱۹۷۳ء کا واقعہ ہے۔ ہم ایک آپریشن کر رہے تھے۔ ہمارے consultant نے گردے کی نالی کو آگے سے پکڑا ہوا ہے اور اس کو کھینچ رہا ہے۔ بس بے برکت ہاتھ ہوتا ہے۔ جوں کھینچا اس کو تو مکمل نکال لیا۔ یہ ڈاکٹر صاحبان کو پتہ ہے کہ ureter اگر نکل جائے تو اس کی سلائی کے کچھ حالات نہیں ہوتے۔ ٹانکا اٹکتا ہی نہیں ہے وہاں کیونکہ ایک ایک قسم کا tissue ہے دوسرا دوسری قسم کا tissue ہے۔ پھر اس کو آپ kidney کے ساتھ کیسے stitch کریں جب مکمل نکل گیا ہو؟ ان کا آپس میں جوڑ ہی نہیں آتا۔ تو consultant صاحب مجھ سے کہہ رہا ہے کہ یہ کیا کیا آپ نے! تاکہ کھڑے لوگوں کو اندازہ ہو کہ یہ پیچھے اناڑی آدمی کھڑا تھا لہٰذا یہ غلطی اس سے ہوئی ہے۔ میں نے سوچا ایسی جگہ تو اپنے آپ کو خواہ مخواہ بدنام کرنے کے لئے الزام نہیں لینا چاہئے۔ ٹھیک ہے آپ کہیں ہم ناقص ہیں۔ اپنے آپ کو ہر وقت ناقص سمجھیں اور سب سے گھٹیا سمجھیں لیکن جس وقت کوئی آپ پر الزام لگا رہا ہو تو اس وقت آدمی کے ذمّے شریعت کا حکم ہے کہ واضح ثبوت پیش کر کے اپنے آپ کو بری کرے۔ خواہ مخواہ اپنے ذمّے الزام لینا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے کہا۔ ''جی آگے سے تو آپ نے پکڑا ہوا تھا میں نے پیچھے سے پکڑا ہوا تھا۔'' اس نے جو دیکھا کہ یہ تو درست اور منطقی بات کہہ رہا ہے تو خاموش ہوا ورنہ اپنی خطا کو میرے سر تھوپ رہا تھا۔

ہمارے حضرت مولانا صاحب پر لوگوں نے بڑی شدید تہمت لگائی۔ مولانا صاحب یہاں تبلیغ کے امیر ہوتے تھے تو تہمت کے نتیجہ میں امارت سے ہٹانا چاہتے تھے۔ ہم اس کیس کو plead کرنے کے لئے

رائیونڈ گئے۔ وہاں پر زندگی وقف کئے ہوئے ایک آدمی کہتے ہیں کہ یہ کیا بزرگی ہے۔ ان کو تو کہنا چاہئے میں اس سے بھی گھٹیا ہوں۔ یعنی میں اس سے بھی گھٹیا ہوں جتنی مجھ پر تہمت لگا رہے ہیں۔ تو ہمارا خیال ہوا کہ واقعی ایسا کرنا چاہئے۔ تو انھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم اس سے بھی گھٹیا ہیں لیکن یہ جو بات کہ رہے ہیں یا تو یہ ثابت کریں گے کہ ہم ہیں یا ہم ثابت کریں گے کہ ہم نہیں ہیں۔ اب تو شرعی مقدمہ ہے۔ اب اگر یہاں پر وہ اپنے آپ کو گھٹیا سمجھتے ہیں تو پھر تو واضح کیس ہے۔ لہٰذا جو مقدمہ دائر کیا ہے اسے ثابت کرو یا پھر شکست کھاؤ۔

دوسرا واقعہ ایک وائس چانسلر کا ہے جو سیکولر ذہن کا آدمی تھا۔ تو دینی لوگوں کے ساتھ خواہ مخواہ الجھتا رہتا تھا اور تنگ کرتا تھا۔ تو اس نے دیکھا کہ حضرت مولانا صاحب تو یونیورسٹی پر چھائے ہوئے ہیں۔ عملی وائس چانسلری تو یونیورسٹی پر ان کی ہے، تو اس کو چڑ ہوگئی اور اس نے تنگ کیا اور پریشان کیا۔ یونیورسٹی کے ساتھ ملحقہ ذاتی مکان ہے مولانا صاحب کا اس وقت صرف زمین تھی اور اس کی چار دیواری کی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ یہ وائس چانسلر وہاں گیا اور اس نے کہا کہ یہ چار دیواری چھ انچ آگے ہے اور اس نے مقدمہ دائر کر دیا۔ حضرت مولانا صاحب کے بڑے بھائی ہیلتھ سیکرٹری تھے۔ انھوں نے آ کر کہا کہ چھ انچ زمین ہے اور حکومت ایسی ہے کہ لوگوں کو پریشان کر رہے ہیں اور نوکریوں سے نکال رہے ہیں۔ کہیں آپ کے نوکری سے نکلنے کے حالات نہ ہو جائیں۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ مجھ سے یونیورسٹی کے لئے مانگے تو میں ساری زمین اس کو دے دیتا ہوں لیکن اس طرح میں کبھی نہیں دوں گا کہ چھ انچ زمین کا اپنے اوپر الزام لے لوں۔ اب یہ اس کو ثابت کرے نہیں تو میں ثابت کروں گا۔ میں نے تو ساری عمر اپنے اخلاق اور اعمال کو درست کرنے کے لئے کوشش کی اور اس پر اب میں یہ الزام لے لوں کہ میں نے چھ انچ پرائی زمین دبائی ہے۔ یہ تو نعوذ باللہ تصوف کے سلسلے ہی نہ ہوئے، یہ تو راجواڑہ ہو گیا۔ ایک آدمی کو بزرگوں نے اس لئے بٹھایا ہے کہ اپنی اور دوسروں کی اصلاح کرے اور اللہ کا نام بتائے ذکر اذکار بتائے اور وہ لوگوں کی زمینیں دبانے بیٹھ جائے، یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ خیر انھوں نے بھائی سے کہا کہ آپ فکر نہ کریں اور اطمینان سے جائیں۔ خیر وی سی نے بڑا تنگ کیا۔ ہمارے ایک مجذوب بزرگ آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مولانا صاحب نے ان سے فرمایا کہ بڑا تنگ کر رہا ہے۔ انھوں نے کہا۔ "آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ۸ فروری کو چلا جائے گا۔ اور ۸ فروری سے نیچے اور ایسی باتیں ہیں جو میں بتاؤں تو سلسلے سے ہی نکال دیا جاؤں گا۔" اسی طرح ایک اور فقیر تھے ان سے پوچھا کیا ہو گا۔ انھوں نے کہا ہاتھ اٹھاؤ اور فرمایا "یا اللہ اس کو نکال یہاں سے اور بس O.S.D in Islamabad"۔

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

ماں باپ کے ساتھ سلوک (قسط۔۲)

(ڈاکٹر فہیم شاہ صاحب، اسسٹنٹ پروفیسر میڈیسن، کوہاٹ میڈیکل کالج)

ایک شوگر کی مریضہ میرے پاس آئی۔ اُسے ہڈیوں میں درد کی شکایت تھی، ساتھ اکثر اوقات چکر آنا' بھوک کا نہ لگنا' جسم کا بہت بھاری ہونا' آنکھوں کے آگے اکثر اندھیرا چھا جانا' یہ مزید شکایات تھیں۔ میں نے اُس کا معائنہ کیا، کچھ باتیں معلومات کے لئے پوچھیں تاکہ تشخیص میں آسانی ہو۔ آخر میں پوچھا کہ آپ کے ساتھ کوئی نہیں آیا؟ تو اِس سوال کے جواب پر وہ خاموش ہوگئی۔ اُس کی آنکھیں اُس کی زبان سے پہلے بول پڑیں۔ آنسو آنکھوں سے نکل کر رخسار پر بہہ پڑے، آواز رُندھ گئی۔ اپنے آپ کو سنبھالنے میں اُسے تھوڑی دیر لگی۔ میں اسکے بوڑھے وجود کو غور سے دیکھ رہا تھا، معمولی سا رعشہ جو اندر ہی اندر رونے سے زیادہ ہوگیا۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد گویا ہوئی کہ میں بیوہ ہوں، ایک ہی بیٹا ہے۔ میرا خاوند کافی عرصہ ہوا مر گیا۔ ایک ہی بیٹا تھا اس لئے میں نے دوسری شادی نہیں کی اور اُس بیٹے کی پرورش میں دن رات ایک کیا۔ اُس کی تعلیم کے لئے میں اپنی جوانی کو بڑھاپے کی دہلیز پر کھینچ کر لے آئی۔ بارہ جماعتیں پاس کرائیں۔ خواہش تھی کہ اور بھی پڑھاؤں لیکن میری مالی حالت نے مجھے مجبور کیا۔ لوگوں کے گھروں میں کام کرتے کرتے میں تھک گئی۔ کسی رشتہ دار سے سفارش کرا کے اُس بیٹے کو کسی کے ساتھ دُکان پر لگا دیا۔ پہلے تو میرے ساتھ رویّہ اچھا رہا۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا باہر کی دنیا کا رنگ اُس پر چڑھنے لگا۔ رات کو دیر سے آنا' دوستوں کی محفلوں میں اکثر اوقات وقت گزارنا۔ میں نے سمجھانے کی کوشش کی تو میرے ساتھ رویّہ سخت کر دیا۔ اکثر اوقات میری بے عزتی کر دیتا۔ ایک دفعہ میں اُس کی دُکان پر گئی چونکہ میں برقعے میں تھی اسلئے اُس نے مجھے پہچانا نہیں۔ اس دکان پر میں نے اُسے اپنے دوستوں کے ساتھ ہنستے مسکراتے دیکھا۔ میرا دل اندر سے کٹ گیا کہ دوستوں کے لئے وقت بھی ہے اور مسکراہٹ کے پھول بھی اور ماں کیلئے دل میں سوراخ کرنے والا لہجہ۔ کیا میں اسکے دوستوں سے بھی کم ہوں؟ میں اُسے بغیر کچھ کہے واپس آ گئی۔ دن بھر روتی رہی۔ اپنی ہی تنہائیوں میں، جہاں پر کوئی پرسانِ حال نہیں، گھلتی رہی۔ بیٹے کو دُکان پر لگانے کا مقصد یہ تھا کہ مجھے آرام مل جائے گا اور مجھے پرائے برتن نہیں مانجھنے پڑیں گے، لیکن بیٹے نے مجھے سکھ دینے کے بجائے دکھ ہی دئے۔ میں نے گھروں میں کام جاری رکھا۔ اس حالت میں مجھے شوگر کی بیماری ہوگئی۔ میں نے علاج شروع کیا ایک ڈاکٹر سے لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔ شوگر جب بھی ٹسٹ کرواتی تو زیادہ ہی ہوتی۔ ایک دفعہ مجھے سخت تکلیف تھی، گھروں میں کام کرنے کیلئے بھی نہ جا سکی۔ دن بھر کراہتی رہی۔ رات دروازے کو تکتے

تکتے گزر گئی۔ بیٹا رات دیر سے آیا۔ اُس کیلئے میں بڑی مشکل سے اٹھی ۔ جو کھانا تھا گرم کرنے لگی تو بیٹا خاموش اپنے کمرے میں چلا گیا اور دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ میں کھانا گرم کر کے لے گئی تو اندر سے آواز دی کہ میں کھانا کھا کر آیا ہوں اب مجھے سونے دو۔ مجھے اس جواب پر سخت تکلیف ہوئی اور سینے میں گھٹن سی محسوس ہوئی۔ رات تو گزر ہی جاتی ہے۔ کسی پر خوشی کے ساتھ، کسی پر غم کے ساتھ۔ صبح میں نے بیٹے سے بات کی کہ دیکھو بیٹا میں بیمار ہوں میرے ساتھ بات تو اچھے انداز میں کر لیا کرو، جھگڑا تو نہ کیا کرو۔ میں تمہاری ماں ہوں مجھے تمہارا انتظار رہتا ہے۔ آج مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلو مجھے بہت کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔ مجھ سے پیدل چلا نہیں جاتا۔ بجائے میرا سہارا بننے کے مجھے بہت تیکھے انداز میں جواب دیا کہ خود ہی چلی جاؤ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ تُو ہر وقت بیمار رہتی ہے مجھے اور بھی سو کام ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر گھر سے باہر نکل گیا۔ میں اُس کو جاتا دیکھتی رہی۔ آنسو میرے رخسار پر بہتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب میں بڑی مشکل سے آپ کے پاس پہنچی ہوں۔ میرا دکھ میری بیماری سے بڑھا ہوا ہے۔ اندر سے بہت زخمی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ رو پڑی۔ میں نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھا، کہا ماں جی خفا کیوں ہوتی ہے مجھے اپنا بیٹا ہی سمجھو۔ جب تکلیف ہوا کرے میرے پاس آجایا کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹے کو ہدایت نصیب کرے۔ اُس کو نصیحت کرنے کے بجائے اس کے لئے صرف دعا کیا کریں۔ میں نے اُسے تسلّی دی۔ کچھ دوائیاں میرے پاس تھیں وہ بھی دے دیں۔ وہ بوجھل قدموں کے ساتھ مجھ سے رخصت ہوئی میں دروازے تک اُسے جاتا دیکھتا رہا۔ ایک حدیث شریف میں آتا ہے۔

ثلثة قد حرم اللّٰہ علیھم الجنة مدمن الخمر و العاق و الدیوث الذی یقر فی اھلہ الخبث (رواہ احمد و نسائی)

ترجمہ۔ تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرما دی ہے۔ (۱) جو شراب پیتا ہے۔ (۲) جو ماں باپ کو تکلیف دیتا ہے۔ (۳) جو اپنے گھر والوں میں ناپاک کام (زنا اور اسی کی طرف بلانے والی چیزوں مثلاً بے پردگی، غیر مردوں سے میل جول وغیرہ) کو برقرار رکھتا ہے۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب المفرد میں لکھا ہے کہ ایک قبرستان میں مغرب کے بعد ایک قبر پھٹتی تھی اُس میں سے ایک شخص نکلتا جس کا سر گدھے کے مانند تھا، گدھے کی آواز نکال کر چند لمحے بعد قبر میں چلا جاتا تھا۔ کسی نے لوگوں سے پوچھا کہ آخر اس قبر والے کے ساتھ یہ معاملہ کیوں ہو رہا ہے؟ کیا وجہ ہے؟ بتانے والے نے بتایا کہ یہ آدمی شراب پیتا تھا۔ جب اُس کی ماں اُسے ڈانٹتی تو یہ اُس سے کہتا تھا کیوں گدھے کی طرح چلاتی ہے؟

ایک ماں جی میرے پاس اکثر آتی جاتی۔ ہمیشہ ساتھ پانچ چھ سال کی ایک بچی لئے داخل ہوتی۔ اُس

کا آنا آدھا اپنے غم کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے ہوتا اور آدھا اپنی بیماری کیلئے۔ شوگر اور بلڈ پریشر کی مریضہ تھی۔ دل میں گھٹن سی محسوس کرتی۔ وہ اکثر بات کرتے ہوئے روتی۔ جب پہلی دفعہ آئی تھی تو اپنا معائنہ کرانے کے بعد جانے لگی تو میں نے اُسے روک لیا اور اُس سے پوچھا کہ امّاں اب تو آپ کی شوگر اور بلڈ پریشر تقریباً ٹھیک ہے لیکن ہڈیوں کا درد، سینے میں جلن، رات کو دیر تک جاگنا، ہر وقت کی بے چینی اندر کے دکھ کی نشانیاں ہیں۔ آپ کیوں اتنی دکھی ہیں؟ ہماری دوائیاں ظاہری بیماری کیلئے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اِس میں شفا ڈال دے تو یہ اُس کی مہربانی ہے۔ اندر کے غم کیلئے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اپنے ربّ سے مناجات ہیں۔ اپنا دُکھڑا اُس کریم ربّ کو سنایا جائے اور بار بار سنایا جائے تو اندر ٹھنڈک آجاتی ہے۔ اُس نے کہا، بیٹا درست کہا کہ میرے اندر کا غم مجھے ہر وقت رلاتا ہے، بے چین رکھتا ہے۔ یہ غم مجھے اپنی اولاد نے دیے ہیں۔ میرے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ سب شادی شدہ ہیں۔ میں اپنے بیٹوں کے پاس رہتی ہوں۔ بیٹے پراپرٹی کا کاروبار کرتے ہیں۔ صبح کو گئے شام کو لوٹے۔ کبھی دوپہر کو بھی آجاتے ہیں۔ گھر میں دو بہوئیں ہیں۔ ان کی اپنی اولاد یعنی میری پوتیاں اور پوتے۔ اکثر ان میں نوک جھونک ہوتی رہتی ہے۔ اگر میں ان میں بیچ بچاؤ کروں تو میرے سر ہو جاتی ہیں۔ بات بات پر مجھ سے جھگڑا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ بیٹے باہر سے آتے ہیں۔ اگر دونوں بہوؤں کا جھگڑا ہوا ہو تو دونوں علیحدہ اپنے میاں صاحبان سے ایسی باتیں بناتی ہیں کہ وہ میرے ساتھ جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔ سخت لہجے میں مجھے ڈانٹتے ہیں۔ پھر کئی دن مجھ سے باتیں بھی نہیں کرتے۔ میں سب کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اکیلی ہی ہوں۔ بہوؤں سے کہتی ہوں کہ عورتوں کے معاملے اور معمولی جھگڑے مَردوں کے سامنے نہ کیا کرو۔ دیکھو جیسے تمہاری اولاد ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے بچّے جن کے پیشاب پاخانہ اور باقی خوراک کا خیال رکھنا، ان کے رونے پر کُڑھنا، ان کی تکلیف پر رات بھر نیند کا نہ آنا، یہ سب تم برداشت کرتی ہو۔ یہ سب میں نے بھی اپنی اولاد کیلئے برداشت کیا ہے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے حالات اچّھے ہیں۔ جب میں نے اپنے بچّوں کے ساتھ زندگی گزاری تو اس وقت غربت بہت تھی۔ بہوؤں کے دل ان باتوں پر نرم نہیں ہوتے اور میرے ساتھ روّیہ سخت ہی رکھتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب مجھے دکھ ان کا نہیں ہے مجھے دکھ اپنے بیٹوں کا ہے۔ اگر وہ اپنی بیویوں کی بات سن کر مجھ سے لڑ سکتے ہیں تو میری بھی تو سن لیا کریں، میرا بھی حال احوال پوچھ لیا کریں۔ مہینوں گزر جاتے ہیں ان کی نرم گفتگو سننے کیلئے۔ میرے پاس بیٹھنے کیلئے ان کے پاس وقت نہیں۔ میں صبر کرتی ہوں۔ تاکہ میری وجہ سے ان کو تکلیف نہ ہو۔ میرا دل اندر سے ٹوٹا رہتا ہے۔ جس گھر میں میں نے اپنی زندگی گزار دی ہے وہ اب مجھے اجنبی سا لگتا ہے۔ رات آنکھوں میں گزر جاتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے ہیں۔ بھلا مجھے دوائیاں کہاں تک آرام دے سکتی ہیں۔

یہ باتیں سنا کر وہ جانے لگی۔ تسلّی کیلئے الفاظ میرا ساتھ نہ دے سکے۔ میں اس کو لاٹھی کے سہارے ٹک ٹک کرتے جاتا دیکھتا رہا۔ جب آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے تو آہستہ آہستہ اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں۔ اندر کا غم اور دکھ جو اولاد کی طرف سے ملے، بڑھاپے کی بیماری میں اضافہ ہی کرتے چلے جاتے ہیں۔ بقولِ اثر جونپوری

دوڑی آتی تھی ماں جب بلاتا تھا تُو
تُو نہیں آتا ہے جب بلاتی ہے ماں
تُو ہی دیتا ہے طعنے اسے روز و شب
اپنے احسان کو کب جتاتی ہے ماں
جبکہ کرتی ہے اولاد گستاخیاں
صرف چپکے سے آنسو بہاتی ہے ماں
جیتے جی قدر کرلو اثرؔ ماں کی تم
جا کے واپس نہیں جگ میں آتی ہے ماں

حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ لوگ جنّت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت سے سونگھیں گے لیکن والدین کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا اس سے محروم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی بھیجی کہ جو شخص والدین کی اطاعت نہیں کرتا میں اسے اپنے مجرموں کی فہرست میں لکھتا ہوں۔ (کیمیائے سعادت از امام غزالیؒ)

ایک مرتبہ ایک آدمی رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں بدمزاج ہے۔ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا ''نو مہینے تک جب یہ تجھے پیٹ میں لئے پھری اس وقت تو یہ بدمزاج نہ تھی''۔ وہ شخص بولا ''حضرت! میں سچ کہتا ہوں وہ بدمزاج ہی ہے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''جب یہ رات رات بھر تیری خاطر جاگتی تھی اور اپنا دودھ تجھے پلاتی تھی اس وقت تو یہ بدمزاج نہ تھی''۔ اس آدمی نے کہا۔ ''میں اپنی ماں کو ان باتوں کا بدلہ دے چکا ہوں''۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ ''تو کیا بدلہ دے چکا ہے بھلا؟'' اس نے کہا ''میں نے اپنے کاندھوں پر بٹھا کر اس کو حج کرایا ہے''۔ رحمتِ عالم ﷺ نے فیصلہ کن جواب دیتے ہوئے فرمایا، ''کیا تُو اُسے اُس دردِ زہ کی تکلیف کا بدلہ دے سکتا ہے جو تیری پیدائش کے وقت اُس نے اٹھائی ہے؟'' (ماخوذ از حسن معاشرت ص ۴۸)

ایک بوڑھا آدمی میرے پاس آیا، داڑھی اور سر کے بال سفید، آنکھوں پر موٹے شیشوں کا چشمہ تھا۔ سردیوں کا موسم تھا، موٹے کپڑے پہنے اوپر دو تین اون سے بنی ہوئی سویٹر، بدن کے لحاظ سے کمزور۔ میرے پاس

آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے آنے کی وجہ دریافت کی کہ کیا تکلیف ہے آپ کو۔ اُس نے اپنے دائیں پسلیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اِن میں شدید درد ہے۔ سانس اندر اور باہر کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ میں نے کھانسی اور بخار کا پوچھا۔ خیال ہو رہا تھا کہ بوڑھا آدمی، ساتھ سردی کا موسم ہے تو ہو سکتا ہے نمونیا ہو گیا ہو۔ اس کا جواب نفی میں پا کر میں نے اس کا معائنہ کیا۔ قمیص اوپر اٹھا کر معائنہ کیا تو وہاں پلستر بندھا ہوا تھا۔ اور تھوڑا سا جلد کا رنگ تبدیل تھا جیسے چوٹ لگی ہو۔ میں نے چوٹ لگنے کی وجہ پوچھی تو جواب میں آنسو کے قطرے اس کے رخسار پر گر پڑے۔ میں سمجھا شاید درد کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ میں نے تسلّی دی کہ ٹھیک ہو جائے گا، درد کا انجکشن لگا دیں گے۔ درد میں انشاء اللہ تعالیٰ آرام آ جائے گا۔ وہ اب بھی خاموش تھا شاید آواز رونے کی وجہ سے نکل نہیں رہی تھی۔ میں نے پوچھا چوٹ لگی کیسے ہے؟ کہیں گر گئے تھے یا راستے میں گاڑی کی ٹکر لگی ہے؟ وہ روتے ہوئے بولا۔ نہ کہیں گرا ہوں اور نہ گاڑی کی ٹکر لگی ہے۔ یہ اپنے بیٹے کے ہاتھ اور پاؤں کے نشان ہیں جو مجھے مارتے ہوئے بنے ہیں۔ مجھے میرے بیٹے نے مارا ہے ڈاکٹر صاحب۔ یہ کہہ کر وہ بچوں کی طرح رو پڑا۔ چونکہ سانس کی تکلیف ہو رہی تھی اسلئے کھانسی شروع ہو گئی۔ میں نے اُس کا سر اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا۔ چونکہ میں کھڑا تھا اسلئے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ وہ میرے سینے کے ساتھ لگ کر روتا رہا۔ میں نے تسلّی دی۔ ایسی اولاد کیلئے دعا ہی کر سکتا ہے آدمی۔ وہ گویا ہوا کہ ڈاکٹر صاحب! جب آپ نے مجھے چوٹ مندمل ہونے کی تسلّی دی تو میں اس بات پر رویا کہ باہر کا زخم تو ٹھیک ہو جاتا ہے پَر اندر کا گھاؤ کیسے ٹھیک ہو گا۔ میرے بیٹے نے میری بات نہ مانی۔ میں نے اسے کوئی کام کرنے کا کہا۔ اس نے انکار کیا۔ بات تکرار تک پہنچی۔ اس نے تکرار سے بڑھ کر مجھے مارنا شروع کیا۔ وہ جوان تھا، میں بوڑھا۔ مجھے زمین پر گرا کر ہاتھوں اور پاؤں سے خوب مارا۔ میں نے کہا بس کرو۔ گھر میں اسکی بوڑھی والدہ آہستہ آہستہ آئی اور بیٹے کو پکڑ کر مجھ سے جدا کیا۔ وہ مجھے گالیاں بکتا ہوا باہر چلا گیا۔ آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ باہر کی چوٹ ٹھیک ہو جائے۔ میں نے باقی اولاد کے بارے میں سوال کیا کہ ان کا رویّہ آپ کیساتھ کیسا ہے؟ تو جواباً اس نے کہا، ڈاکٹر صاحب! آج کی اولاد کو اخبار اور ٹی وی نے خراب کر دیا ہے۔ ایک ہمارا دور تھا کہ ہم اپنے بڑوں کے سامنے اونچی آواز میں بات بھی نہیں کرتے تھے اور ایک آج کا دور ہے کہ اولاد نافرمان ہوئی جا رہی ہے اور یہ سب میڈیا کی کارستانی ہے۔ آج کی اولاد کی نظر میں بوڑھے والدین کی خدمت ایک عذاب ہے۔ میرے باقی بیٹے بھی ایسے ہی ہیں۔ بیٹوں کی پیدائش پر والدین کتنے خوش ہوتے ہیں اور آخر میں ہمارے ساتھ حشر بھی اپنے ہی بیٹے کرتے ہیں جن کیلئے ہم نے دن رات ایک کئے ہوتے ہیں۔ وہ باتیں کرتا گیا اور میں سنتا گیا تاکہ اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو تو درد بھی کم ہو جائے۔ بیمار کی بیماری کو سننا آدھا علاج ہے۔ وہ اپنی بات ختم کر چکا تو میں

نے دوائی کا نسخہ لکھ کر اس کے حوالے کیا اور تسلّی دیکر رخصت کیا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ باپ کا حق اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو غلامی سے خرید کر آزاد نہ کرے۔(یعنی اتنی بڑی قربانی کے بغیر باپ کے حق کی ادائیگی مشکل ہے) (از کیمیائے سعادت)

قیامت کے دن ایک شخص کے میزان کے دونوں پلڑے برابر ہونگے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تو نہ جنّتی ہے اور نہ جہنّمی ہے۔ اتنے میں ایک فرشتہ ایک صحیفہ لا کے اس کے میزان کے ایک پلڑے میں رکھے گا جس میں ''اُف'' (والدین کی تکلیف وصدمہ کی آواز) لکھا ہوا ہوگا، جو بدی کے پلڑے کو وزنی کر دیگا۔ اسلئے کہ وہ (اُف) ایسا کلمہ ہے جو دنیا کے پہاڑوں کے مقابلے میں بھاری ہے۔ چنانچہ اس کیلئے جہنّم کا فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے جہنّم سے نجات کی درخواست کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے، اس کو واپس لاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے کہیں گے اے ماں باپ کے نافرمان! تُو کس بنا پر جہنّم سے چھٹکارے کی درخواست کرتا ہے؟ وہ شخص کہے گا! اے رب! میں جہنّم میں جانے والا ہوں، مجھے وہاں سے چھٹکارا نہیں کیونکہ میں والد کا نافرمان تھا اور میں ابھی دیکھ رہا ہوں کہ میرا باپ بھی میری طرح جہنّم میں جانے والا ہے، لہٰذا میرے باپ کے بدلے میرا عذاب دوگنا کر دیا جائے اور اس کو جہنّم سے چھٹکارا دیا جائے۔

یہ بات سن کر اللہ تعالیٰ ہنس پڑیں گے اور فرمائیں گے! دنیا میں تو اس کا نافرمان تھا اور آخرت میں تُو نے اس کو بچا دیا۔ پکڑ اپنے باپ کا ہاتھ اور دونوں جنّت میں چلے جاؤ۔ (التذکرۃ للقرطبی جلد ا صفحہ ۳۱۹، زرقانی جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۹)

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

صفحہ ۱۴ سے آگے:

۸ فروری کو میں عصر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ آخری سجدے میں زوردار دھماکہ ہوا۔ باہر نکلا تو لوگوں نے کہا کہ سینٹ ہال میں دھماکہ ہو گیا، حیات خان اس میں مر گیا اور فلاں فلاں آدمی زخمی ہو گئے اور ہسپتالوں میں داخل ہو گئے اور وائس چانسلر صاحب کو او ایس ڈی اسلام آباد (افسرِ بیکار) بنا دیا گیا ہے۔ تو ہمارے بزرگوں کو اس واقعے کا القاء ہو چکا تھا جو کہ وقت سے پہلے بتا نہیں سکتے تھے۔ فرماتے تھے کہ کبھی کبھی میرے منہ سے بات نکل بھی جاتی ہے تو پھر حکومت میرے پیچھے کیس چلاتی ہے اور گرفتاریاں کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ کہیں یہ بھی بیچ میں شامل ہے جو اس کو پتہ تھا۔ حالانکہ مجھے پتہ اس لئے تو نہیں تھا کہ میں گینگ میں شامل تھا بلکہ وہ تو روحانی بات تھی۔

(باقی اگلے شمارے میں)

ملفوظاتِ شیخ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہم)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)　　(قسط نمبر:۳۱)

اللہ تعالیٰ تو کُن فیکون ہے کہ جس چیز کو کہے وہ ہوجاتی ہے فکر کی ضرورت نہیں پڑتی ہے:

فرمایا کہ پروفیسر حمید اللہ صاحب کے گاؤں ہم فاتحہ کے لیے گئے جن کی زلزلے میں وفات ہوگئی تھی۔ وہ کشمیر کی تحصیل باغ میں تحقیقاتی کام کے لیے ہیلی کاپٹر میں گئے تھے۔ موصوف جیالوجی کے پروفیسر تھے۔ بس وہیں پر ہیلی کاپٹر گرا۔ ان کا علماء کا خاندان ہے، ہمارے رسالے کے سرپرست میاں سعید اللہ صاحب ان کے چچا تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ میاں صاحب **وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ** ط (لقمٰن:۳۴)، کوئی آدمی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر جا کر مرے گا، تو انھوں نے کہا کہ واقعی جب اس کی اطلاع آئی تو فوراً میری زبان پر بھی یہی آیت آئی، کہ نہیں جانتا کوئی کہ کس جگہ پہ جا کر اُسکی موت ہوگی، جو جگہ لکھی ہوئی ہے وہاں پہنچے گا۔ جو وقت مقرر ہے تو ڈرنا کس بات سے، حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارسی کا ایک شعر سنایا کرتے تھے

ع　　چُوں ربّ داری چہ غم داری

ترجمہ: ''جب اللہ پاک ہے تو ہمیں کس کا غم ہے۔''

دوسرے کسی شاعر کا شعر ہے کہ

؎　　کار سازِ ما بفکرِ کارِ ما
　　فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

''کہ کام بنانے والا میرے کام کی فکر میں ہے اور میرا اپنے کام کے لیے فکر کرنا اپنے آپ کو تکلیف دینا ہے۔''

حضرات محققین نے اس شعر کو بدلا ہے۔ اللہ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ فکر وہ کرے گا جو قدرت والا نہیں، جسکی قدرت نہ ہو جسکی طاقت نہ ہو اس کو فکر کرنی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ تو کُن فیکون ہے کہ جس چیز کو کہے وہ ہوجاتی ہے فکر کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔

تو شعر اس طرح سے ہوا

؎　　کارسازِ ما بسازِ کارِ ما
　　فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

میرا کام بنانے والا میرا کام بنائے جارہا ہے۔ میری فکر میرے کام کے بارے میں اپنے آپ کو تکلیف دینا ہے۔

شریعت ایک ایسی آسان دانشوری ہے جس کو کسی فلسفے، منطق اور نفسیات کی ضرورت ہی نہیں ہے، آنکھیں بند کر کے عمل کیے جاؤ، ہر جگہ محفوظ ہو، ہر مسئلہ حل ہے، ہر چیز آسان ہے:

فرمایا کہ جس وقت ضیاء الحق کے زمانے میں شریعت کے نفاذ کا مطالبہ بڑھا، تو یار لوگوں نے شریعت کو سبوتاژ کرنے کے لئے، ڈرائیور سے اگر آدمی مارا جائے تو اُس کے ذمہ دیت ہے اس قانون کا ہَوّا چھوڑا، اور سارے پاکستان کے ڈرائیوروں سے اِس قانون کے خلاف ہڑتال کرادی۔ جو اسلامی قانون پر تنقید کرے اُس کا ایمان ختم ہوجاتا ہے، بیوی طلاق ہوجاتی ہے، کیا ہوا حج باطل ہوجاتا ہے۔ کلمہ پڑھ کر دوبارہ نکاح کرے گا، حج دوبارہ کرے گا اگر مالدار ہو، پچھلا حج چلا گیا ختم ہوگیا۔ جتنی نمازیں پڑھیں تھیں، روزے رکھے تھے، ختم ہوگئے، باطل ہوگئے، اور حج چونکہ آدمی پر پھر فرض ہوجاتا ہے۔ اگر مالدار ہے تو پھر کرنا پڑتا ہے، اور چونکہ اس کا پہلا عمل باطل ہوگیا تو نماز روزے کی دُہرائی نہیں ہے کیونکہ وہاں سے تو بات کٹ گئی۔ حج بھی اس لیے کرتے ہیں کہ دوبارہ فرض ہوگیا۔ اب ان یاروں کو ان مشکلات کا پتہ نہیں تھا۔

اُن دنوں ہمارے ذہن میں بھی یہ آیا کہ یا اللہ! اتنا بڑا مسئلہ کھڑا ہوگیا۔ میں یہ سوچتا تھا کہ یا اللہ! یہ ایک ڈرائیور ہے غریب آدمی ہے، اس سے قتل ہوگیا ہے، کم از کم دیت سو (۱۰۰) اُونٹ ہیں۔ سو اُونٹ یہ کہاں سے دے گا، میرا خیال تھا کہ کسی ماہر عالم سے پوچھا جائے۔ مفتی غلام الرحمٰن صاحب سے میں نے پوچھا، اُنھوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب شریعت تو ناقابل عمل چیز نہیں ہے، لوگ اس کو سمجھے نہیں ہیں۔ قانون میں دیت آدمی کے عاقلہ پر آتی ہے۔ انھوں نے فقہ کا لفظ استعمال کیا ''عاقلہ''۔ میں نے کہا عاقلہ کسے کہتے ہیں؟ اُنھوں نے کہا: عاقلہ کہتے ہیں کہ اس کے سارے خاندان کو۔ اگر وہ نہیں دے سکتا تو اس کا باپ، بھائی، بہنیں، ماموں، چچا، خالہ، پھوپھی، جتنا خاندان ہے وہ سب مل کر دیں۔ اور اگر ایسے بھی نہیں ہوسکتا تو عاقلہ کا ایک دوسرا تصور بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ سارے سکولوں کے ٹیچرز ایک عاقلہ ہے، سارے کالجوں کے لیکچررز ایک عاقلہ ہے، سارے ڈاکٹر ایک عاقلہ ہے، سارے چپڑاسی ایک عاقلہ ہے۔ بلکہ ٹرک ڈرائیوروں کا، بس ڈرائیوروں کا، ٹیکسی ڈرائیوروں کا ایک الگ الگ عاقلہ بنایا جاسکتا ہے۔ اب جب عاقلہ پر وہ دیت آئے گی تو سارے مل کر اس ڈرائیور کو لعن طعن کریں گے، نصیحت کریں گے اور آئندہ محتاط رہنے کی تلقین کریں گے۔ مثلاً کسی سکول ٹیچر کی گاڑی سے آدمی مارا گیا، اُس مہینے پورے صوبے کے پچیس ہزار اساتذہ کی تنخواہ سے دس دس روپے کاٹے گئے تو سب پوچھیں گے کہ یہ کیوں کاٹے

گئے؟ تو اُنہیں بتایا جائے گا کہ تمھاری عاقلہ کے فلاں ممبر کی کارستانی کی وجہ سے۔ اب یہ سارا عاقلہ پورے ایک مہینے تک اس منچلے کو احتیاط کا درس دیتا رہے گا۔ اب بتائیے یہ ترتیب کتنی زیادہ عملی اور کتنی زیادہ اصلاحی ہے۔ شریعت تو رحمت ہے وہ اس کے ذریعے سے سارے معاشرے کی تربیت کرنا چاہتی ہے کہ سارے معاشرے میں اس بات کا چرچا ہو۔ یہ شرعی جرم ہے، اور اس کی یہ سزا ہے، اس پر یہ پکڑ ہوتی ہے۔

سعودی عرب میں سعودی آدمی بھیک نہیں مانگتا، سعودی آدمی کھڑا ہوگا، بھیک مانگنے کے لیے تو کہے گا کہ اے لوگو! میری ٹیکسی کا حادثہ ہوگیا تھا، مجھ سے آدمی مارا گیا تھا، اور میرے پاس پیسے نہیں ہیں، میں اس کے لیے چندہ جمع کررہا ہوں، میرا لائسنس بند ہے، میں ڈرائیونگ نہیں کرسکتا۔ لوگ اُس کو پیسے دیتے ہیں، پھر یہ جا کر پیسے ادا کرتا ہے اور اس کا لائسنس آزاد ہوجاتا ہے، کتنی بڑی تربیت ہے۔ کتنی بڑی رحمت ہوئی شریعت۔ تو میں آپ سے عرض کررہا تھا کہ سب سے آسان دانشوری جس میں کسی فلسفے منطق کی اور نفسیات کی ضرورت ہی نہیں ہے وہ شریعت ہے، آنکھیں بند کرکے عمل کیے جاؤ، ہر جگہ محفوظ ہو، ہر مسئلہ حل ہے، ہر چیز آسان ہے۔

تربیت اس کو کھتے ھیں کہ ھمارے جذبات قابو میں آجائیں:

فرمایا کہ چارسدے کا ایک انجینئر صاحب سلسلہ میں کچھ عرصہ آیا گیا۔ ایک دن میں نے اُس سے پوچھا: آخر مجھے بھی بتاؤ کہ کیا سیکھا؟ تو اُس نے کہا کہ ہم تو چارسدے کے لوگ ہیں، ہمارا تو پہلے یہ حال تھا کہ آدمی دوسرے سے کہتا کہ گوں (ٹٹی) مت کھاؤ وہ جواب میں کہتا کہ گوں کھاتا ہے تمہارا باپ۔ تمہاری ایسی تیسی۔ بندوق کے بولٹ کھینچے، لبلبی دبائی اور آدمی قتل۔ سلسلے میں چلنے سے میرا دل بیدار ہوا، اب کچھ سوچنے لگ گیا ہوں۔ میں نے کہا ہاں واقعی آپ نے بہت کچھ سیکھا۔ تو عرض یہ کرنی تھی کہ عام طور پر ہم سارے کے سارے اپنے گھروں میں، محکموں میں، برادری میں سب جگہوں پر جذبات کے تحت استعمال ہوتے ہیں، عقل کے تحت استعمال نہیں ہوتے اور تربیت کہتے ہی اسکو ہیں کہ ہمارے جذبات قابو میں آجائیں۔

تصوف میں تربیت تین جذبوں کی ھے:

فرمایا کہ تصوف میں تربیت تین جذبوں کی ہے جذبۂ غضب، جذبۂ حرص اور جذبۂ شہوت۔ یہ تین بنیادی جذبے ہیں، ان جذبوں سے انسان کے اندر رذائل پیدا ہوتے ہیں۔ کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا، یہ سارے کے سارے رذائل جذبے سے وجود میں آتے ہیں تو لہٰذا ان تین جذبوں کو دُرست کرکے ان سارے رذائل کو صاف کیا جاتا ہے، اور جب رذائل صاف ہوتے ہیں تو پھر فضائل آتے ہیں۔ جب کبر ٹوٹتا ہے تب تواضع آتی ہے، کئی مسائل ہم نے کبر کی وجہ سے کھڑے کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ اَنا کا مسئلہ، اخباروں میں اکثر دیکھتے ہیں کہ

فلاں نے فلاں بات کو اَنا کا مسئلہ بنادیا۔ایک سیاسی لیڈر کو دوسرے نے پکڑا اور اس کی ایک مونچھ کاٹ کے چھوڑ دیا کہ جاؤ ،وہ گیا اپنے آدمی لیے اور اُس کو قتل کردیا۔اب کچھ قبروں میں ہیں، کچھ ملک بدر پھر رہے ہیں،مونچھ اُونچی کرنے کی بات تھی ،ایک غلط سوچ ہے،ایک غلط جذبے کے تحت آئی ہوئی ہے۔اس جذبے نے سوچ کو مغلوب کیا جس کے پیچھے تُو چل رہا ہے،اس کے آگے ہتھیار ڈالے ہوئے ہے،اس پر عمل کررہا ہے،عمل کیئے جارہا ہے، کیے جارہا ہے۔جذبے کے آگے مغلوب ہونے کو چھوڑ اور عقل کو استعمال کر۔

قرآن پاک کی آیت کہہ رہی ہے: **اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ**(کیا تُو نے اُس آدمی کا حال بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا اِلٰہ (معبود) بنادیا)۔انسان جب خواہشِ نفس کے تابع ہوکر کام کرتا ہے،اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑتا ہے تو اس نے الوہیت کا مقام خواہشِ نفس کو دے دیا،اس نے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو گرادیا اور خواہش کو اِلٰہ بنادیا۔یہ خیال اور جذبہ ہی تو ہے جس کے آگے تُو ہتھیار ڈال دیتا ہے،آخر پوچھ تو سہی کہ اس جذبے کو تُو کیسے پچھاڑے گا۔اس کا طریقہ ہے۔سب سے پہلے تو نفس اس بات سے ڈرتا ہے کہ میرا حال کسی پر ظاہر نہ ہو، بند کمرے میں مرد عورت بیٹھ جائیں اور چھوٹی سی دَرز سے چھوٹا بچہ دیکھ رہا ہو کہ کیا کررہے ہیں تو کچھ کرسکتے ہیں؟ نہیں۔یہ کس وجہ سے؟ دراصل نفس بدنامی کے عار کو برداشت کرنے کو تیار نہیں ہورہا۔اس لیے کہتے ہیں کہ جب آدمی اپنے عیوب کی اصلاح چاہے تو کسی کے ساتھ اصلاحی تعلق بیعت کا قائم کرکے پھر اپنے نفس کے عیوب بتائے۔گناہ کرکے ہر کسی سے گناہ کا تذکرہ کرنا کہ میں نے یہ گناہ کیے یہ دُہرا گناہ ہے۔کسی آدمی سے گناہ ہوجائے اس کا اب لوگوں کے سامنے چرچا نہ کرے۔آدمی اصلاح کے لیے اپنے شیخ (جس سے بیعت کا تعلق ہو) سے مشورہ کرتا ہے،اپنے عیب کو بتاتا ہے، یہ بتانا برائے اصلاح ہے اور سب سے پہلے جب نفس کو پتہ چلے گا کہ میری بات کا اب کسی کو پتہ چلے گا تو اُسی وقت ہتھیار ڈال دیتا ہے،شکست کھا جاتا ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاءاللہ ۲۳ اپریل بروز ہفتہ خانقاہ میں منعقد ہوگا۔

بیان مغرب کے بعد ہوگا۔

ایمان کے خصوصی اور اہم اجزاء (آخری قسط)

(مولانا ڈاکٹر عبید اللہ صاحب)

مومن کا تحفہ: حدیث شریف میں آتا ہے " **تحفة المومن الموت** " ترجمہ: موت مومن کا تحفہ ہے۔ (زادالطالبین بحوالہ بیہقی) حضرت ابو بکر صدیق ؓ کا قول ہے " موت سے محبت کرو تو زندگی عطا کی جائے گی " (ابو بکر صدیق ؓ کی باتیں، ص ۹۱) یرموک کی لڑائی میں حضرت سعد ؓ نے شاہ کسریٰ کے سپہ سالار رستم کو لکھا " **فان معی قوم یحبون الموت کان یحبون الا عاجم الخمر** "

ترجمہ: بیشک میرے ساتھ ایسی جماعت ہے جو موت کو ایسا ہی محبوب رکھتی ہے جیسا کہ تم لوگ شراب پینے کو محبوب رکھتے ہو۔ (فضائل اعمال ص ۹۷) کسی نے کیا خوب کہا ہے

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

مومن کیا نہیں ہو سکتا؟ کیا نہیں کر سکتا؟ اور کونسی چیزیں ایمان کے منافی ہیں؟ کونسی سی چیزیں ایمان کو خراب کرتی ہیں؟

حضرت معاویہ ؓ روایت کرتے ہے کہ " نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے معاویہ! غصہ نہ کیا کر، غصہ ایمان کو بگاڑ دیتا ہے۔ (مشعل راہ ص ۵۷ بحوالہ بیہقی)

وہ شخص مومن نہیں (یعنی کامل) جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کے بغل میں اس کا پڑوسی بھوکا رہے" (اسلامی بھائی چارہ ص ۱۹، مشعل راہ ص ۷۱، تحفہ خواتین ص ۴۸۰) حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایسے بندے کا ایمان ناقص ہے۔

حضرت سعد ؓ سے روایت ہے کہ مومن ہر کام کر سکتا ہے، سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔
(منتخب کنز العمال اردو، ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ص ۳۳)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے " تم لوگ جنت میں نہیں جا سکتے جب تک کہ مومن نہیں بنتے اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ میں تمہیں وہ تدبیر کیوں نہ بتا دوں جس کو اختیار کر کے تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو، آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔" (اسوہ رسول اکرم ﷺ

ص ۳۶۸ بحوالہ مشکواۃ)

حدیث شریف میں ہے کہ '' ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے''

(محاضرات القرآن، ڈاکٹر سید وقار احمد رضوی ص ۱۷۴)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا '' مومن طعنے دینے والا، لعنت کرنے والا، فحش باتیں کرنے والا، زبان دراز نہیں ہوتا'' (زاد الطالبین مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ص ۳۲ بحوالہ ترمذی)

دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا '' بندے کا ایمان درست نہ ہوگا جب تک کہ اس کا دل درست نہ ہو اور دل درست نہ ہوگا جب تک کہ زبان درست نہ ہو۔'' (لعنت اور رحمت ص ۱۲ بحوالہ احمد)

مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ (زاد الطالبین ص ۲۴ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری بحوالہ بخاری و مسلم)

تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس دین کے تابع نہ ہو جو جس کو میں لے کر آیا ہوں۔ (زاد الطالبین ص ۲۵ بحوالہ داری)

دین کا مذاق اڑانا بھی ایمان کے منافی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے '' **قل اباالله و أیاته و رسوله تستهزؤن ٥ لا تعتذرو ا قد کفر تم بعد ایمانکم** '' (توبہ: ۶۵-۶۶)

ترجمہ : تو کہہ کیا اللہ تعالیٰ سے اور اس کے حکموں سے اور اس کے رسول سے تم ٹھٹھے کرتے تھے۔ بہانے مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے اظہار ایمان کے پیچھے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

غیر شرعی قوانین سے فیصلہ کرنا بھی ایمان کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں '' **فلا و ربک لا یؤ منون حتّی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت و یسلمو تسلیما** '' (نساء: ۶۵)

ترجمہ: سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہونگے یہاں تک کہ تجھ ہی کو منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے۔

(ترجمہ شیخ الہندؒ)

کافروں سے دوستی رکھنا بھی ایمان کے منافی ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔'' **لا تجدو قومًا یو منون باالله و الیوم الا خر یو ا دّون من حاد الله ورسوله ولو کانو ا آبا ء هم او ابنأء**

هم او اخوانهم او عشرتهم " (المجادلۃ:۲۲)

ترجمہ: تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے خواہ وہ اپنے باپ ہوں یا اپنے بیٹے ہوں یا اپنے بھائی یا اپنے گھرانے کے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

حدیث شریف:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " الغيبة والنميمة تمحطان الايمان " ترجمہ: غیبت اور چغلی ایمان کو چھیل دیتی ہیں۔ (غیبت کیا ہے؟ تصنیف علامہ عبدالحئی لکھنوی، ص ۱۴۴)

حلاوت ایمانی کی پانچ علامتیں:

ملّا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حلاوت ایمانی کی پانچ علامات لکھی ہیں:

(۱) "استلذا ذ الطاعات" عبادات میں لذت ملنا

(۲) "ایثار ها علی جمیع الشهوات" تمام خواہشات پر طاعات کو ترجیح دینا

(۳) "تحمل مشاقِ فی مرضاة الله" اپنے رب کو راضی کرنے میں ہر تکلیف برداشت کرنا

(۴) "تجرع المرارات فی المصیبا ت" ہر مصیبت پر صبر و رضا کا گھونٹ پی لینا

(۵) "الرضا بالقضاء فی جمیع الحالات" ہر حال اپنے مولیٰ کی قضاء پر راضی رہنا (اعتراض و شکایت نہ کرنا، نہ زبان سے نہ قلب سے) (ماہنامہ حق چاریار لاہور جون ۱۹۹۵ بحوالہ مرقاۃ جلد اول ص ۴۷)

مومن احادیث کی روشنی میں:

(از مشعل راہ تالیف عبدالرزاق کوڈ دادی ص ۱۰۶۔۱۰۷)۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: "مومن سادہ اور سخی ہوتا ہے اور فاجر فریبی اور بخیل ہوتا ہے۔ (بحوالہ ابوداؤد)

مومن کی فراست سے بچو، بتحقیق وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

مومن کی زبان دل میں ہوتی ہے (یعنی جب وہ کچھ کہتا ہے، تو پہلے سوچ لیتا ہے پھر کہتا ہے)

مومن کے لئے موت اس کے رب کی طرف سے تحفہ ہے۔

ایمان کی اساس کسی ایسے شخص کو ایذا دینے سے بچانا ہے جس نے (صدق دل سے) کلمہ پڑھا ہو۔

(سہ احادیث بحوالہ ابوداؤد)

مومن کی مثال ہری بھری کھیتی کی ہے کہ ہوائیں اسے اونچا نیچا کرتی رہتی ہے کبھی بٹھا دیتی ہیں، کبھی سیدھا

کر دیتی ہیں تا آنکہ اس کی مدت حیات پوری ہو جاتی ہے (یعنی مومن کو نشیب و فراز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مشکلات بھی آتی ہیں اور آرام و راحت بھی حاصل ہوتا ہے لیکن کسی حال میں بھی مومن استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا)۔

مومن وہ ہے جسے لوگ اپنی جان و مال کا امین سمجھیں (یعنی وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا اور امانت دار ہوتا ہے)

مومن کا چہرہ ہشاش بشاش اور دل غمگین رہتا ہے۔

مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

مومن کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی مگر یہ کہ جس کا اس کو اجر نہ دیا جاتا ہو حتّٰی کہ کانٹا چبھنے اور تھکن تک کا اسے اجر دیا جاتا ہے۔

جو اللہ اور روز محشر پر یقین رکھتا ہو اس سے کہہ دو کہ پڑوسی کا خیال رکھے اور اس کی تکریم کرے۔ (مشعل راہ بحوالہ احمد)

جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ بھلی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (مشعل راہ بحوالہ بخاری و مسلم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ایمان کی جڑ چپ رہنا ہے (لباب الاخبار ص ۶۴ کتابخانہ احدی کابل)

جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ (زاد الطالبین بحوالہ بخاری و مسلم)

حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ سے مومن کی نشانی پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا " **التجافی عن دار الغرور والا نابة الیٰ دار الخلود والا ستعداد للموت قبل نزوله** " جس کا مفہوم ہے (دھوکے والے گھر یعنی دنیا سے دل کا اکتا جانا، ہمیشہ رہنے والے گھر یعنی جنت کی طرف توجہ کا مرکوز ہونا، اور موت سے قبل موت کی تیاری کرنا) (عشق الٰہی مؤلف حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ ص ۱۰۳)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ بغیر تہبند کے حمام میں نہ داخل ہو اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اپنی بیوی کو حمام میں داخل نہ کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو کسی ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔ (تحفہ خواتین ص ۵۷۹ بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

کتاب الترغیب والترہیب میں بحوالہ بخاری وغیرہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کیا ہے کہ جو

عورت اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتی ہو اس کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ ایسا کوئی سفر کرے جو تین دن یا اس سے زیادہ کا ہو، مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا باپ ہو، یا اس کا بھائی ہو یا شوہر ہو یا بیٹا (یا کوئی دوسرا) محرم ہو' (تحفہ خواتین ص ۵۸۲)

سب سے بہتر حال ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل ہے اور وہ مومن بیوی ہے جو شوہر کی مدد کرے اس کے ایمان پر۔ (تحفہ خواتین ص ۳۷۹ بحوالہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا '' مومن سراپا محبت والفت ہے اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو نہ کسی سے الفت رکھتا ہے اور نہ کوئی اس سے الفت رکھتا ہے ''

(انتخاب حدیث ص ۲۵۲ بحوالہ احمد، مشکوٰۃ باب شفقۃ ص ۴۱۷)

فرمایا: مومن کا معاملہ عجیب ہے کہ اس کا سارا کام خیر ہی خیر ہے یہ (سعادت) مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے دکھ پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے، یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ سراپا شکر بن جاتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے یعنی وہ ہر حال میں خیر ہی خیر سمیٹتا ہے۔

(مشعل راہ ص ۴۵ بحوالہ مسلم، مشکوٰۃ)

مومن کا ہنسنا، تبسم اور مسکراہٹ ہے اور قہقہہ لگانا شیطان کا کام ہے۔ (مشعل راہ ص ۵۲)

اصفہانی نے ترغیب میں حضرت معاذؓ سے روایت کیا ہے کہ ایمان والے کا دل بے خوف نہیں ہوتا اور اس کے خوف کو کسی طرح سکون نہیں ہوتا۔

(فروع الایمان تصنیف حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ کی فضیلت ایمان سے یہ ہے کہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ (حوالہ بالا بحوالہ بیہقی وطبرانی)

حضرت ابی موسیٰؓ سے روایت ہے کہ مومن مومن کے لئے تعمیر کی طرح ہے جو ایک دوسرے کے لئے تقویت کا سبب ہوتا ہے۔ (منتخب کنز العمال (اردو) ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ص ۳۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض ملائکہ سے زیادہ عزت والا ہے۔

(حوالہ بالا ص ۳۴)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ مومن کا گھر گارے کا ہوتا ہے، اس کا کھانا روٹی کا ٹکڑا ہے، اس کا لباس پرانا ہوتا ہے، سر پراگندہ، دل متواضع اور فرمایا سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں۔

(حوالہ بالا، ص ۳۳)

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا، پھر خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جو مجھ پر ایمان لایا اور مجھے نہیں دیکھا۔ کہا گیا! کیا خوشخبری ہے ؟ فرمایا: جنت میں جس درخت کی مسافت ایک سال کی ہے، اہل جنت کے کپڑے اس کے تنے سے نکلتے ہیں۔ (حوالہ بالا، ص ۲۰۴)

حضرت انسؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا : جس نے میرے صحابہ کے بارت میں اچھی بات کہی وہ مومن ہے۔ (حوالہ بالا، ص ۲۰۷) حضرت انسؓ سے روایت ہے فرمایا میری امت کے مؤحد اپنے ایمان میں کمی کے بقدر جہنم میں داخل ہوں گے۔ (حوالہ بالا، ص ۲۰۷)

حضرت مقداد بن اسودؓ سے روایت ہے فرمایا لوگ قبروں سے اٹھیں گے نا تمام بچہ سے لے کر شیخ فانی تک۔ ان میں سے اہل ایمان تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں ہوں گے، قد آدمؑ جیسے اور حسن و جمال میں حضرت یوسفؑ جیسے اور دل ایوبؑ جیسا، زائد بالوں سے صاف (صرف سر کے بال اور بھنویں، پلکیں ہوں گی)، کاجل لگی ہوئی آنکھ، سر کے بال خوبصورت کانوں کی لو کے برابر ہوں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کافر کس حال میں ہوگا؟ فرمایا وہ (کافر) آگ کے لئے بڑا کیا جائے گا حتّٰی کہ اس کی جلد چالیس گز موٹی ہو جائے گی۔

(حوالہ بالا، ص ۳۴۳، ۳۴۴)

تین خصلتیں:

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: تین خصلتیں ایسی ہیں کہ ان کی موجودگی میں کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا۔ (۱) عمل میں اللہ کے لئے اخلاص (۲) مسلمانوں کی خیر خواہی اور (۳) مسلمانوں کی جماعت کی پیروی کیونکہ ان کی دعا پیچھے سے اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

(ہفت روزہ ''بچوں کا اسلام'' شمارہ ۴۴۰ بحوالہ بخاری باب الفتن)

کامیابی کا راستہ

(محترمہ شیر بانو طالبہ سال سوم، کبیر میڈیکل کالج، پشاور)

خدا کی نافرمانی ہلاک کر دیتی ہے۔ میں نے اپنے رب کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹنے، نیتوں کے بدل جانے اور ہمتوں کے پست ہو جانے سے۔ دین خدا میں رنگ بدلنے سے بچو، دینِ اسلام صراط مستقیم ہے، ایمان کی حقیقت دین اور صبر ہے۔ اپنے نفس سے حیا کرنا ایمان کا ثمرہ ہے، جس کا یقین کامل ہے وہی کامیاب ہوگا۔ یقین ایمان کے درجے کا زہد ہے۔ خلاقِ عالم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔ "انما المؤمنین الذین امنوا باالله ورسوله" (مومن تو بس وہی لوگ ہیں جو خدا اور اس کے رسول ﷺ پر دل سے ایمان لائے) "ان الذین یستأذنونک اؤلئک الذین یؤمنون باالله ورسوله" ترجمہ: اے رسول خدا ﷺ جو لوگ تم سے ہر بات میں اجازت لیتے ہیں یہی لوگ ہیں جو دل سے خدا اور رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ اے مسلمانوں! اپنے خدا اور رسول ﷺ کی پیروی کرو تا کہ دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو ہو جاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت اس گروہ کے لئے نازل ہوئی کہ جب رسول خدا ﷺ ان کو کسی ایسے امر کے لئے جمع کرتے تھے جیسے جنگ وغیرہ تو آنحضرت ﷺ کی اجازت کے بغیر متفرق ہو جاتے تھے، لہٰذا خدا نے ان کی اس حرکت سے منع فرمایا "فا ذا استأ ذنو ک لبعض شأنهم فأذن لمن شئت منهم" (تو جب یہ لوگ تم سے کسی کام کی اجازت مانگیں تو تم ان میں سے جس کو چاہو اجازت دے دو) اے ایمان والو! جس طرح تم میں سے ہر ایک دوسرے کا نام لے کر بلاتا ہے اس طرح آپس میں رسول اللہ ﷺ کا بلانا نہ سمجھو جیسے کہتے ہو یا محمد، بلکہ تعظیم و تکریم کے ساتھ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ جیسے القاب کے ساتھ مخاطب کیا کرو۔ اے ایمان والو! جب آپس میں راز کی باتیں کرو تو گناہ، ظلم و زیادتی اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کے بارے میں راز مت کہو، اگر راز میں کچھ کہنا ہی چاہتے ہو تو نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کرو اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس کی طرف تمہارا حشر ہوگا۔ یہ منافقوں اور کافروں کا راز میں کہنا شیطان کی طرف سے ہے تا کہ مسلمانوں کو رنج و صدمہ پہنچے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوا۔ ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلس وعظ و تلاوت و نماز میں جگہ کشادہ کر دو تو لوگوں کے لئے کشادہ کر دیا کرو تا کہ خدا تم کو قبر و بہشت میں کشادگی عطا فرمائے

اور جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو کہ دوسرے لوگ بیٹھیں تاکہ خدا ان کے درجوں کو بہشت میں بلند کرے جو ایمان لائے ہیں اور جنہیں علم عطا کیا گیا ہے۔ اور خدا تمہارے اعمال سے واقف ہے۔ بے شک! رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کے بہت قریب تھے اس لئے ان کی احکامات کی فرمانبرداری تمام عالمِ اسلام پر واجب ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے جا بجا حضور ﷺ کی فرمانبرداری کے احکامات قرآن مجید میں آیات کی صورت میں ہمارے لئے نازل فرمائے ہیں تاکہ ہم ان احکامات پر عمل کریں اور آگے اپنی نسلوں میں ان پیغامات کو پھیلا دیں۔ حضور ﷺ کی ایک حدیث بھی صحیح آگے پہنچانا صدقۂ جاریہ ہے۔ سوچیں کہ اگر ہماری ایک بات سے کسی کا بھلا ہوتا ہے تو کیوں نہ آگے بڑھیں اور مسلمانوں کو صحیح راہ پر راغب کریں۔ آج کل جو عالمِ اسلام مشکلات میں گھری ہوئی ہے وہ ہماری اپنی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے۔ اگر تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ قومیں جو اسلام کو جھٹلاتی تھیں، اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ نہیں مانتی تھیں وہ قومیں ذلیل و خوار ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھروں کی بارش کر دی۔ اگر ہم اپنی زندگیوں کو خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق ڈھال دیں تو یقین مانیں ساری مشکلات حل ہو جائیں گی۔ رسول ﷺ کی اطاعت ہی ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر سکتی ہے۔

ہمیں چاہئے کہ قرآن مجید کے مطالعے کو اپنی زندگی کا لازمی جز بنا لیں۔ صبح کی نماز کے بعد اگر ایک صفحہ بھی قرآن مجید کی تلاوت کر لیں تو سارا دن برکات سے بھرا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی نظر کرم ہم پر عنایت کرے گا، اگر ہم خدا کو یاد نہیں کریں گے تو اس کی رحمت بھی ہماری طرف متوجہ نہیں ہوگی۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں گھر سے نکلے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ زندہ بھی جائیں گے کہ نہیں۔ اتنی چھوٹی سی زندگی میں بھی اگر اچھے نیک کام نہ کریں تو پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی ہم سے ناراض ہوگا۔ اس لئے نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں شامل ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں تو اپنی زندگی میں بہت پرہیز گاری کرتا ہوں پھر کیوں اللہ تعالیٰ مجھے تکلیف و مصائب دیتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرا جو یہ نیک بندہ ہے یہ پاک و صاف ہو کر میرے پاس ایسی حالت میں آئے کہ اس پر کوئی گناہ نہ ہو، اس لئے اُس پر تکالیف، مصائب اور بیماریاں لا کر اُس کے گناہ کی معافی کا وسیلہ بنایا جاتا

ہے۔تو اللہ کی طرف سے مصیبت بھی ایک طرح سے رحمت ہے تا کہ انسان دنیا میں ذراسی تکلیف سے گزر کر آخرت کے دردناک عذاب سے بچ جائے ۔ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا قانون رہا ہے کہ مادی نعمتیں مسلمان کی نسبت کافر کو زیادہ عطا کی گئی ہیں اور مسلمانوں کو کم نعمتوں سے نوازا ہے لیکن حقیقی اور معنوی نعمتیں بصورت عافیت، راحت، برکت، سکون اور خوشی وغیرہ تو مسلمان کو ہی زیادہ عطا کی ہیں۔ حضور ﷺ سے ارشاد ہوا ہے کہ ان کافروں کے مال اور دنیاوی چیزوں کی کثرت سے آپ خفا نہ ہوں یہ تو ان کو اس لئے دی ہیں تا کہ ان کو ان کے ذریعے دنیا میں عذاب دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں اور ان کو میں اس لئے دیتا ہوں تا کہ یہ میری طرف کسی نعمت کے حصول کے لئے رجوع نہ کریں اور ان کے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے پہلے میں دے دیتا ہوں تا کہ یہ مجھے پکارے نہیں کیونکہ ان کی آواز مجھے اچھی نہیں لگتی جبکہ مسلمان جب تکلیف میں ہوتے ہیں اور مجھے گریہ وزاری کر کے پکارتے ہیں تو مجھے ان کا رونا بہت اچھا لگتا ہے۔ اس لئے ان پر مصیبتیں اور تکالیف لاتا ہوں تا کہ یہ مجھے پکاریں۔ اس لئے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس پر شکر ادا کرنا چاہئے۔ ٹھیک ٹھاک پیدا کیا بغیر کسی نقص کے اس پر ہزارہا شکر کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا واحد ذریعہ اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرنا ہے۔ ارشاد ہوا کہ ”جب تمہارے سامنے آنحضرت ﷺ کا نام لیا جائے تو حضرت محمد ﷺ پر بہت درود بھیجو کیونکہ جو شخص آنحضرت ﷺ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے تو خدا اس پر ملائکہ کی ہزار صفوں کے سامنے ہزار درود بھیجتا ہے“ اور خدا کی خلق کی ہوئی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس پر خدا اور فرشتوں کے درود بھیجنے کے سبب درود نہ بھیجتی ہو تو جو شخص ایسے ثواب اور ایسی فضیلت کی جانب رغبت نہ کرے وہ مغرور ہے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ”کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو خدا اس کو بہشت کی جانب سے پھیر دیتا ہے۔“

یہ سب دنیا فنا ہونی والی، بچھڑ جانے والی ہے اس لئے قرآن مجید کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اس سے پھند و نصیحت حاصل کرو، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو اور گزشتہ حق کی باتوں کی تصدیق کرو، گزری ہوئی دنیا سے باقی دنیا کے بارے میں عبرت حاصل کرو کیونکہ اس کا ہر دور دوسرے دور سے ملتا جلتا ہے۔ اس کا آخر بھی اپنے اول سے جا ملنے والا ہے۔ دنیا عبرت پکڑنے والوں کی نظر میں ہنسی

اور کھیل ہے۔ دنیا ایک خسارہ ہے، جانے والا سایہ ہے اور مصیبتوں کا گھر ہے۔ وہ کامل یقین والے کہاں ہیں جنہوں نے نفسانی خواہشوں کے کرتوتوں کو اتار دیا اور دنیا کے سب علاقے چھوڑ دیئے۔ دنیا کی تکلیفیں آخرت کی تکلیفوں سے آسان ہیں۔ دنیا داروں کی دوستی ایک ادنیٰ اور معمولی بات سے دور ہو جاتی ہے، علم حسب کی زینت ہے، علم سے بزرگی حاصل ہوتی ہے، علم بغیر عمل کے گمراہی ہے علم کو خرچ کرنا علم کی زکوٰۃ ہے۔ اپنے مال واسباب سے خرچ کرنا، غرباء، مساکین اور یتیموں کا حق ادا کرنا رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ عمل ہے۔ جتنا مال خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروگے اس سے کئی گنا زیادہ اللہ تعالیٰ تمہیں دے گا کیونکہ خدا تعالیٰ بندوں کا قرض اپنے اوپر نہیں چھوڑتا۔ انہی نیک اعمال سے ہماری آخرت سنورے گی۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے تمام احکامات، اعمال، ثوابات کا میلاپ ہے، قرآن مجید ایک کڑی ہے اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کے درمیان۔ اس لئے اس لوح قرآن کی تلاوت لازمی قرار دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین!

☆☆☆☆☆☆☆

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے مسلمانوں کے عطایا (تنخواہیں) روک لئے تھے۔ اس واقعہ کے بعد ایک روز جب وہ خطبہ دینے کے لئے منبر پر آئے تو ابو مسلم خولانیؒ نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے معاویہ! یہ مال جو تو نے روکا ہے نہ تمہاری محنت کا ہے نہ تمہارے باپ کی محنت کا اور نہ تمہاری ماں کی محنت کا۔ حضرت معاویہ ان کی یہ بات سن کر بے حد غضب ناک ہوئے اور منبر سے اتر کر اندر چلے گئے، ساتھ ہی لوگوں سے یہ بھی کہہ گئے کہ کہیں جانا مت، تھوڑی دیر بعد آپ نہا کر واپس آئے اور فرمایا کہ ابو مسلم نے مجھ سے ایسی بات کہی تھی کہ جس سے مجھے غصہ آگیا تھا، میں نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک سنا ہے:

"الغضب من الشیطان والشیطان خلق من النار، وانما تطفأ النار بالماء فاذا غضب احد کم فلیغتسل" (یہ روایت بخاری میں اختصار کے ساتھ اور ابن حبان میں مفصل مذکور ہے)

ترجمہ: غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان کی خلقت آگ سے ہوئی ہے اور آگ پانی سے بجھتی ہے اگر تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے غسل کرنا چاہئے۔"

چنانچہ میں نے اندر جا کر اس حکم پر عمل کیا اور غسل کر کے واپس آیا اور اب میں ابو مسلم سے کہوں گا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سچ کہا ہے، یہ مال نہ میری محنت کا ہے اور نہ میرے باپ کی محنت کا ہے، اس لئے آؤ اور اپنے عطایا لے جاؤ۔

اصحاب الاخدود کا واقعہ

قرآن اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔قرآن میں جو پیش گوئیاں ہوئیں ہیں وہ ساری سچ ثابت ہوئی ہیں اور جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ سارے سچے ہیں اور جن مقامات اور واقعات کا ذکر قرآن میں آیا ہے ان قوموں کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ جس سے قرآن کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ان مقامات اور آثار کو خود دیکھنے کے بعد بندے کے یقین کو تقویت ملتی ہے۔ یہ مقامات اکثر سعودی عرب اور گردونواح کے ممالک جیسے یمن ،شام، فلسطین، مصر اور ترکی وغیرہ میں موجود ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں اللہ پاک نے فرمایا۔''**وما ھی من الظلمین ببعید**'' ترجمہ: اور وہ ان ظالموں سے دور نہ تھے۔

مجھے سعودی عرب میں ملازمت کے سلسلے میں وہاں قیام کے دوران کچھ ایسے مقامات کی زیارت کی اللہ تعالیٰ نے توفیق نصیب فرمائی جو کہ پچھلی قوموں کے حالات کی عکاسی کرتی ہیں۔ جو اس آیت کریمہ کی مصداق تھیں۔ ''**قل سیر و فی الارض**'' (پارہ نمبر ۷ سورۂ انعام رکوع نمبر ۲) ان جگہوں پر سیر کرنے سے ایمان میں ترقی نصیب ہوتی ہیں اور باطن میں واضح فرق محسوس ہوتا ہے۔ان بستیوں میں ہمارے قریب اصحاب الاخدود کی بستی تھی جو ہماری قیام گاہ یعنی شرودہ سے ۳۴۰ کلومیٹر دور تھی۔ شرودہ سعودی عرب کے انتہائی جنوب میں ہے اور یمن کے ساتھ سرحد پر ہے۔ یہ علاقہ سعودی عرب کے مشہور صحرا ربع الخالی میں واقع ہے۔اس شہر کے چاروں طرف ریت ہی ریت ہے۔ وہاں کے مقامی یعنی سعودی لوگ کہتے ہیں کہ یہ علاقہ قوم عاد کا تھا۔لیکن ان کے کوئی آثار ہمیں نظر نہیں آئے۔

اصحاب الاخدود کا واقعہ : یہ سارہ علاقہ پہلے یمن میں تھا۔اصحاب الاخدود کی بستی نجران کے شہر میں ہے۔ہم بذریعہ گاڑی صبح سات بجے روانہ ہوئے اور اڑھائی گھنٹے میں ہم نجران پہنچے۔ناشتہ ہم نے نجران میں کیا۔تھوڑ آرام کرنے کے بعد ہم نے نجران شہر دیکھا۔نجران کا علاقہ زرخیز ہے۔ یہاں پر پھل ،سبزیاں ، کھجور، تربوز اور دیگر میوہ جات پیدا ہوتے ہیں۔شہر کا علاقہ میدانی ہے۔اور اطراف میں بڑے بڑے پہاڑ ہیں۔ یہاں پر زیر زمین پانی میٹھا ہے اور زیادہ ہے۔اس کے مقابلے میں شرودہ میں پانی ہزاروں فٹ نیچے ہے۔ ٹیوب ویل سے نکلے ہوئے تازہ پانی کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔پانی بہت گرم ہوتا ہے۔نجران شہر میں شیعہ حضرات کی بھی کافی تعداد ہے۔ یہ شہر ریاض سے تقریباً ۸۰۰ کلومیٹر دور ہے اور مکہ سے تقریباً ۱۱۰۰ کلومیٹر دور ہے۔ چند سو کلومیٹر پر ساحل سمندر بھی ہے۔اصحاب الاخدود کا واقعہ اس شہر میں پیش آیا تھا۔ہم ظہر کے نماز کے بعد اس بستی کی طرف

روانہ ہوگئے جو نجران شہر سے تقریباً ۱۰ یا ۱۵ منٹ کے فاصلے پر ہے۔ جگہ ڈھونڈنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کیونکہ ہر چوک پر رہنمائی کے لئے تختے لگے ہوئے تھے۔ جب ہم وہاں قریب پہنچے تو داخلی راستے پر ایک چھوٹا سا نمائشی گو (Museum) بھی بنا ہوا ہے۔ جس میں اس علاقے کے اور کچھ عرب کی تاریخ کے بارے میں چیزیں اور تصاویر رکھی ہوئی ہیں۔ بستی کو دیکھنے کے دن اور اوقات مختص کئے گئے۔ نمائشی گو سے فراغت کے بعد اس بستی کی طرف بڑھے تو دور سے ہمیں اجڑے ہوئے گھر نظر آئے۔ اس پورے علاقہ کو خاردار تار کیساتھ بند کیا ہوا تھا۔ جس میں کوئی شخص داخل نہیں ہوسکتا۔ پورا علاقہ شاید چند کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہوگا۔ لیکن جن گھروں کے آثار اب بھی موجود ہیں ایک اندازے کے مطابق ۲۰۰ کے لگ بھگ گھر تھے۔ مکانوں کی دیواریں بڑے بڑے تراشے ہوئے پتھروں سے بنی ہیں۔ اور گلیاں بھی موجود ہیں لیکن آخر کے مکان کچے تھے۔ جو کہ زمین بوس ہو چکے تھے۔ پتھروں پر گھوڑے، اونٹ اور کچھ اور جانوروں کی تصاویر بھی کندہ کی ہوئی تھیں۔ اور کچھ پتھروں پر پرانے عربی رسم الخط میں لکھائی بھی موجود ہے۔ بستی کے شروع کے علاقہ میں تقریباً ۷۰، ۸۰ فٹ کا ایک چوڑا گڑھا موجود ہے۔ اس گڑھے میں اور اس کے آس پاس کے علاقہ میں کوئلہ اور کافی ساری ہڈیاں موجود ہیں۔ ویسے تو ہڈیاں اس کے علاوہ کچھ اور جگہوں پر بھی موجود ہیں لیکن اس گڑھے کے اطراف میں تو کافی زیادہ کوئلہ اور ہڈیاں بکھری پڑی ہیں۔ مقامی لوگوں نے تو اندازہ لگایا ہوا ہے کہ اسی جگہ پر شاید مسلمانوں کو ایمان کی بدولت جلایا گیا۔ اس گڑھے کے درمیان بہت زیادہ بڑی جھاڑیاں اُگی ہوئی ہیں۔ کچھ ہڈیاں بڑی بھی ہیں جو کہ جانوروں کی معلوم ہوتی ہیں۔

گھر، کوئلہ اور ہڈیاں دیکھ کر میرا دھیان قرآن پاک کی آیت کی طرف گیا۔

قتل اصحٰب الاخدود ط النار ذات الوقود ط اذھم علیھا قعود ط وھم علی ما یفعلون بالمؤمنین شھود ط

ترجمہ: خندقوں والے ہلاک کئے گئے (جب لوگوں نے خندقیں کھود کر اس میں رب کے ماننے والوں کو ہلاک کیا ان کے لئے ہلاکت اور بربادی ہے) **قتل یعنی لعن** ۔ وہ ایک آگ تھی ایندھن والی۔ جبکہ وہ لوگ آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے۔ یعنی ان لوگوں کا جرم (جنہیں آگ میں جھونکا جا رہا تھا) یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب پر ایمان لے آئے تھے۔

اصحاب الاخدود کا واقعہ:

واقعہ یہ ہے کہ کوئی کافر بادشاہ تھا۔ جس کا نام یوسف دونواص تھا۔ اس کے پاس ایک کاہن تھا۔ کاہن بوڑھا ہوگیا۔ اس کاہن نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو ایک ہوشیار لڑکا دیا جائے تو اس کو اپنا علم سکھا دوں۔ چنانچہ ایک

لڑکا تجویز کیا گیا جس کا نام عبداللہ بن تامر تھا۔ اس کے راستے میں ایک راہب یعنی عیسائی پادری رہتا تھا۔ اور اس کے زمانے میں دین عیسٰی ہی دین حق تھا۔ اور یہ راہب اسی پر قائم عبادت گزار تھا۔ وہ لڑکا اس کے پاس آنے جانے لگا۔ اور خفیہ مسلمان ہوگیا۔ راہب سے اگر گھر کو دیر سے پہنچا تو گھر والے بے عزت کرتے اور اگر گھر سے جاتے ہوئے راہب کے پاس جاتا تو ساحر بے عزت کرتا۔ آخر راہب نے یہ طریقہ بتایا۔ ایک بار اس لڑکے نے دیکھا کہ کسی شیر نے راستہ روک رکھا ہے۔ اور خلق خدا پریشان ہے تو اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لیکر دعا کی اکہ اے اللہ اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور مارا جاوے اور اگر کاہن سچا ہے تو نہ مارا جاوے اور یہ کہہ کر وہ پتھر مارا تو شیر کو لگا اور ہلاک ہوگیا۔ لوگوں میں شور ہوگیا کہ اس لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے۔ لوگ آنا شروع ہوئے۔ تو کسی اندھے (شاید بادشاہ کے وزیر نے جو اندھا ہوگیا تھا) نے آکر درخواست کی کہ میری آنکھیں ٹھیک ہو جاویں۔ لڑکے نے کہا کہ بشرطیکہ تو مسلمان ہو جاوے۔ چنانچہ اس نے قبول کیا۔ لڑکے نے دعا کی اور وہ اچھا ہوگیا اور مسلمان ہوگیا۔ بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے راہب کو لڑکے کو اور نابینا کو گرفتار کرکے بلایا۔ اس نے راہب کو اور نابینا کو تو تیل میں ڈال کر ہلاک کر دیا اور اس لڑکے کے لئے حکم دیا کہ پہاڑ کے اوپر جا کر گرادو، مگر جو لوگ اس کو لے کر گئے وہ خود گر کر ہلاک ہوگئے۔ اور لڑکا صحیح سالم چلا آیا۔ پھر بادشاہ نے سمندر میں غرق کرنے کا حکم دیا مگر وہ اس کشتی سے بھی بچ گیا۔ اور جو لوگ اس کو لے گئے وہ سب ڈوب گئے۔ پھر لڑکے نے خود بادشاہ سے کہا کہ میں اس طرح سے مارا جاؤں گا کہ سارے لوگوں کو اکھٹا کر کے میرے ہاتھ پاؤں باندھ لیں اور یہ کہہ کر کہ اگر اس لڑکے کا رب حق پر ہے تو مارا جاوے اور میری ہی ترکش سے مجھے تیر مارو۔ چنانچہ ایسا ہوا لوگ اکھٹے ہوئے بادشاہ نے ایسا کیا تو وہ لڑکا مر گیا۔ اس واقعہ عجیب کو دیکھ کر یک لخت عام لوگوں کی زبان سے نعرہ بلند ہوا کہ ہم سب اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ بادشاہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھروا کر اشتہار دیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا اس کو آگ میں جلا دیں گے۔ چنانچہ بہت سے آدمی جلا دئے گئے۔ اس صورت میں ان پر غضبِ الٰہی نازل ہوا اور جو خندقوں کے ارد گرد جتنے کافر بیٹھے تھے آگ نے ان کو بھی جلا دیا اور انکی ساری فوج جل کر راکھ ہوگئیں۔ اور بادشاہ آگ سے دوڑ دوڑ کر آخر کار سامنے سے سمندر میں غرق ہوگیا۔

عورت کا واقعہ:

اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ اگر تو مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کھلے میدان میں لوگوں کو جمع کرو اور ''**بسم اللہ برب ھذا الغلام**'' کہہ کر مجھے تیر مار۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ جس سے وہ لڑکا مر گیا۔ لیکن سارے لوگ پکار اٹھے کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ اور زیادہ پریشان ہو

گیا۔ چنانچہ اس نے خندقیں کُھدوائیں اور اس میں آگ جلوائی اور حکم دیا کہ جو ایمان سے انحراف نہ کرے اس کو آگ میں پھینک دو۔ اس طرح ایماندار آتے اور آگ کے حوالے ہوتے گئے۔ حتّٰی کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ ایک بچہ تھا۔ وہ ذرا ٹھٹکی تو بچہ بول پڑا ''ماں صبر کر تو حق پر ہے۔''

(صحیح مسلم ملخصًا، کتاب الذھد والرکاق، باب قصہ اُصحاب الاخدود)

دفا بستی کو دیکھنے کے بعد ایک مقامی آدمی ایک اور جگہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہاں پر اس زمانے کی ایک عبادت گاہ موجود ہے۔ ہم تقریباً ۶۰۰ گز کا فاصلہ پیدل طے کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک چار دیواری کے نشانات میں جس درمیان میں پانچ ستون ایک سیدھ میں موجود ہے۔ اس میں محراب کا نشان موجود نہیں تھا۔ اس کے پاس عربی میں مسجد کا نشان بھی بنایا گیا تھا۔ اس مسجد کے پاس چکی کے بہت بڑے حیران کن دو پاٹ بھی موجود ہیں جن کا چلانا آج کل کے کسی انسان یا جانور کے بس کی بات نہیں۔ اس مسجد سے تھوڑے فاصلے پر ایک میدان میں پرانے زمانے کا ایک خشک درخت ہے اس کے پاس بھی اس طرح کے چکی کے دو پاٹ موجود ہیں۔ اس کے بعد ہم نے بستی کے داخلی راستے کے ساتھ چھوٹی سی مسجد میں عصر کی نماز پڑھی اور شام سے تھوڑا پہلے ہم واپس شہر روانہ ہو گئے۔

فاعتبرو یا اولی الابصار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ٥

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰما

فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقاً اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّامْ.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمo

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰماً فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقاً اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّامْ.

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل

ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صل اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقه

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لا الہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی و جسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحب ؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب ؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کوختم ہوتا ہے۔مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَكِيْنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ٥ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ٥ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ ٥ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَكِيْنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ٥ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ٥ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ ٥ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین

درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جهری ذِکر کی احتیاط اور طریقه

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لا الہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن

ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی　　　موت آنی ہے آکر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی　　　کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا　　　وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا　　　دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا　　　پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی　　　بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی　　　بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی

کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆